

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
عَلَيْكَ يَا اللَّهُ
رَضَاؤُهُ وَالسَّلَامُ



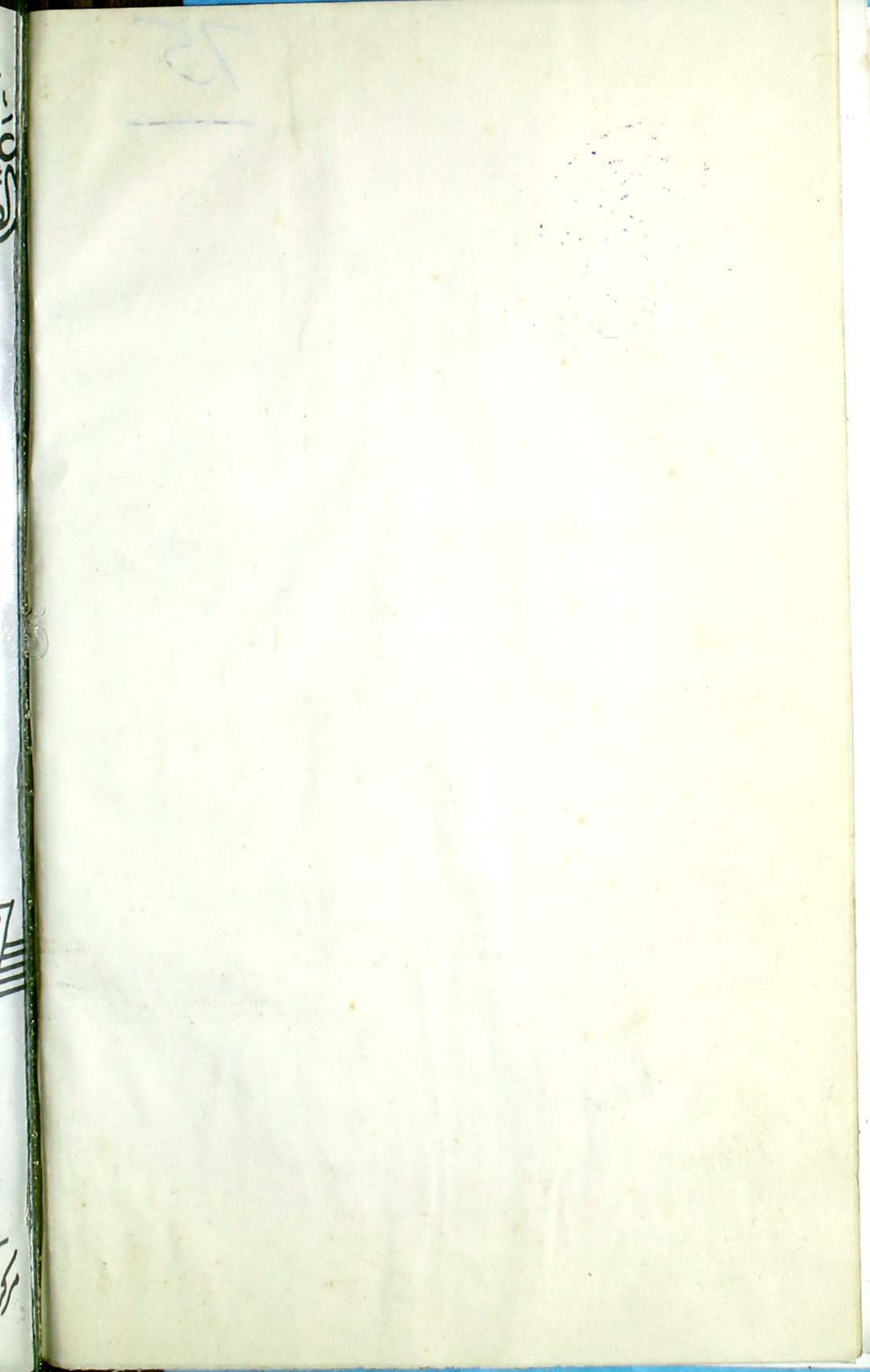
۹

ہا پتے پر

محمد سعید احمد اسعد

ناشر۔ پاکِ ستان سنی اتحاد

مرکزی دفتر۔ جامعہ امینڈیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد۔ فون
۴۱۱۲۹۴



1764

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَنْ لَمْ يَرْضَ بِأَعْيُنِهِ
أَعْيُنَ اللَّهِ



فہرست کتابیں پر تاریخ و جغرافیہ

محمد سعید احمد اسعد

ناشر: پاکِ ستان سنٹی اخبار
مرکزی دفتر: حجامی میڈیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

مرکزی دفتر: حجامی میڈیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد فون: ۴۱۱۴۹۴

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

59700



نام کتاب _____ وہابیت و بریلویت
مصنف _____ محمد سعید احمد اسعد،
تعداد _____ بائیس سو (۲۲۰۰)
ناشر _____ مرکزی دفتر پاکستان سنی اتحاد
قیمت _____ ۲۰/- روپے

ملنے کے لیے

مرکزی دفتر جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد
بخاری کتب خانہ صابری مسجد ڈگلس پورہ گلبرہ فیصل آباد
مکتبہ سلطانہ محمد پورہ فیصل آباد،
مکتبہ صبح نور ستیانہ روڈ پیلیز کالونی فیصل آباد

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۹	۱۶- امام احمد رضا اور ظہیر	۴	۱- عرض ناشر
۵۱	۱۷- امام احمد رضا اور شکل و شبہات	۵	۲- پیش لفظ
۵۳	۱۸- امام احمد رضا اور شدت	۶	۳- تقسیم ابواب
۷۴	۱۹- امام احمد رضا اور انگریز	۷	۴- باب اول
۹۰	۲۰- امام احمد رضا اور قادیانیت	۷	۵- وہابیت۔۔۔ تاریخ و بانی
۹۴	۲۱- امام احمد رضا اور شیعیت	۳۲	۶- ہندو پاک میں وہابیت
۱۰۷	۲۲- امام احمد رضا اور عصمت	۳۲	۷- محمد اسماعیل دہلوی
۱۰۹	۲۳- باب سوم وہابی عقائد	۳۳	۸- میاں نذیر حسین دہلوی
۱۰۹	۲۴- عقیدہ نمبر ۱	۳۴	۹- نواب صدیق حسن بھوپالی
۱۱۳	۲۵- عقیدہ نمبر ۲	۳۴	۱۰- مولوی محمد حسین بٹالوی
۱۲۱	۲۶- صحابہ کرام اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ	۳۵	۱۱- مولوی شہداء اللہ امرتسری
۱۲۲	۲۷- عقیدہ نمبر ۳	۳۸	۱۲- احسان الہی ظہیر
۱۳۵	۲۸- عقیدہ نمبر ۴	۴۵	۱۳- باب دوم
۱۳۶	۲۹- عقیدہ نمبر ۵	۴۵	۱۴- بریلویت کیا ہے؟
۱۳۸	۳۰- عقیدہ نمبر ۶	۴۷	۱۵- امام اہل سنت شاہ

احمد رضا خان بریلوی

عرض ناشر

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ واصحابہ
اجمعین۔۔ اما بعد

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد سعید احمد اسعد دامت برکاتہم العالیہ احسان الہی ظہیر کی
رسوائے زناہ کتاب "البریلوویہ" کا مفصل جواب الوہابیہ کے نام سے تحریر فرما رہے ہیں۔
"الوہابیہ" کے پہلے تین باب الگ اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لئے ان کو الگ بھی "وحابیت
و بریلویت" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ کارنین کرام اس سلسلہ کو پسند
فرمائیں گے۔

کسی بھی غلطی سے مطلع کرنے والے دوست کا پیشگی شکریہ۔

مشتاق احمد ہاشمی ایم۔ اے

جامعہ امینیہ رضویہ

فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین، والصلوٰه والسلام علی حبیبہ خیر خلقہ سیدنا محمد
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

نبی مکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کا سچا دین لیکر اس دنیا میں مبعوث ہوئے جن خوش قسمت افراد نے اس پیغام کو قبول کیا وہ مسلمان کہلائے اور جو لوگ اس پیغام کے مد مقابل ہوئے وہ کفار کہلائے۔ چند ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جن کی زبانوں پر تو کلمہ طیبہ موجود ہے لیکن ان کے دل سرور کونین محبوب رب المشرقین والمغربین کے بغض اور عناد سے بھرے ہوئے ہیں وہ خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ کے کمالات عالیہ میں نقص تلاش کرتے رہتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے حق میں یہ گروہ کھلے کفار کے مقابلہ میں زیادہ خطرناک ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ حامتہ المسلمین ان کے جہروں پر داڑھی دیکھر کر ان کو منبر رسول پر بیٹھا دیکھ کر ان کی خرافات کو بھی صین اسلام سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ انہی لوگوں میں سے ایک فرقہ کا نام ”وحابی فرقہ“ ہے۔

چند سال قبل اسی وحابی فرقہ کے ایک لیڈر احسان الحق ظہیر نے عرب ریاستوں سے مال بٹورنے کیلئے اور حامتہ المسلمین کو گمراہ کرنے کیلئے ہم اہل سنت و جماعت کے خلاف ایک کتاب ”البریلویہ“ نام سے تحریر کی۔ جس میں اس نے جی بھر کر کذب و افتراء کا مظاہرہ کیا جب یہ کتاب چھپ کر معرض وجود میں آئی تو حضرت مولانا علامہ عبدالکھیم شرف قادری مدظلہ نے اس کا جواب شائع کرایا جس کا نام ”اندھیرے سے اجالے“ تک رکھا گیا۔

لیکن آجکل پھر ”وحابی فرقہ“ کے سرکردہ حضرات نے ”البریلویہ“ کتاب کی شان میں قصائد پڑھنے شروع کئے ہیں اور یہ لکھنا شروع کر دیا ہے کہ ظہیر کی کتاب کا جواب ممکن ہی نہیں ہے۔ حالانکہ علامہ شرف قادری اس کا جواب شائع کر چکے ہیں جس کا جواب البواب وہابی فرقہ ابھی تک شائع نہ کر سکا ہے۔ میں نے بھی اس نیت سے البریلویہ کا جواب لکھنا شروع کیا ہے کہ محبوبان خدا کیلئے دفاع کرنے والوں میں میرا بھی نام شامل ہو جائے۔ وا تو فیقی الا با اللہ العلی العظیم

محمد سعید احمد اسد۔ غفرلہ الاحد

۱۸۔ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ بوقت ۳۰:۳۰ بجے شب

ظہیر نے اپنی کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے

۱- بریلویت، تاریخ و بانی

۲- بریلوی عقائد

۳- بریلوی تعلیمات

۴- بریلویت اور تکفیری فتوے

۵- افسانوی حکایات

ہم اپنی کتاب "الوہابیہ" کو مندرجہ ذیل ابواب میں تقسیم کریں گے۔

۱- وہابیت - تاریخ و بانی

۲- بریلویت کیا ہے؟ کیا مولانا احمد رضا خاں کسی نئے مذہب کے بانی ہیں؟

۳- وہابی عقائد

۴- بریلوی عقائد --- کتاب و سنت کی روشنی میں

۵- بریلوی تعلیمات --- کتاب و سنت کی روشنی میں

۶- وہابیت --- شرک سازی کی مشین

۷- فاضل بریلوی کے تکفیری فتاویٰ --- عشق مصطفوی کا شاہکار

۸- وہابیت اور انگریز نوازی

۹- چند دلچسپ حکایات

۱۰- ظہیر کے جھوٹ

تلك عشرة كاملة

وہابیت۔۔۔ تاریخ اور بانی

"وہابی مذہب" محمد بن عبد الوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے۔ اسی لئے وہابیت اور نجدیت کو ایک ہی چیز شمار کیا جاتا ہے۔ یہ نجدیت ابلیس کو محبوب ہے اور رحمت کائنات ﷺ کو مبعوض۔۔۔۔۔ چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کی تیاری فرما رہے تھے تو اسی وقت کفار مکہ بھی "دارالندوہ" میں سرکار دو عالم ﷺ کی مخالفت میں میٹنگ میں مصروف تھے۔ ابلیس لعین بھی ابو جہل وغیرہ کی میٹنگ میں شیخ نجدی کی شکل و صورت اختیار کئے ہوئے موجود تھا۔

شارح بخاری حضرت امام قسطلانی اسی بات کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

ومعہم ابلیس فی صورة شیخ نجدی

(المواہب اللدنیہ مع زرقانی۔ ج ۱ ص ۳۲۱)

ترجمہ: ان کفار کے ساتھ ابلیس بھی شیخ نجدی کی شکل و صورت میں موجود تھا۔

حضرت شاہ عبدالمقصد محدث دہلوی فرماتے ہیں

ابلیس لعین نیز قرین حال ایشان شد و بصورت پیری نجدی آمدہ۔

(مدارج النبوت۔ ج ۲ ص ۵۶)

ترجمہ: ابلیس لعین بھی ان کافروں کی مشاورت میں شریک ہو گیا جو کہ ایک بوڑھے نجدی کی

صورت میں آیا تھا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں

فاعترضہم ابلیس لعنہ اللہ فی صورة شیخ جلیل علیہ بت لہ فوق علی

باب الدار فلما راوہ واقفاً علی بابہا قالوا من الشیخ؟ قال شیخ من

(البدایہ و النہایہ ج ۲ ص ۱۷۲)

ترجمہ:- ابلیس لعین بھی ایک موٹا کپڑا اور ٹھے ہوئے اپنے آپ کو محترم شخصیت بنانے ہوئے دروازہ پر آن کھڑا ہوا۔ کفار مکہ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ بولا میں اہل نجد میں سے ہوں یہی عبادت محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بیٹے عبد اللہ نجدی نے بھی نقل کی ہے۔

(مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۶۳)

امام بیہقی فرماتے ہیں

فقالوا من انت قال انا رجل من اهل نجد۔

(دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۰۲)

ترجمہ: کافروں نے پوچھا تو کون ہے؟ وہ بولا میں نجد کا باشندہ ہوں۔

ہندوستانی وہابیوں، نجدیوں کے پیشوا نواب صدیق حسن خان بھی لکھتے ہیں۔

غرضیکہ جب مشورے کے لئے بیٹھے ابلیس صورت میں ایک شیخ نجدی کے ظاہر ہوا۔

(الثماتۃ العنبریہ ص ۳۰)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شیطان ملعون عظمت مصطفیٰ ﷺ

کے خاتمہ کے لئے ابو جہل والی میننگ میں شریک ہوا ابلیس کو یہ قوت حاصل ہے کہ وہ نبی

اکرم ﷺ کے علاوہ ہر کسی کی شکل و صورت اختیار کر سکتا ہے۔ تو اس موقع پر "نجدی" کی

شکل اس نے کسی مناسبت ہی کی وجہ سے اختیار کی۔

امام سہلی فرماتے ہیں۔

تمثل نجدیا و ذاک ان نجداً منها یطلع قرن الشیطان۔ (الروض الانف

ص ۲۹۱)

ترجمہ: ابلیس نجدی کی صورت میں اس لئے آیا کہ وہیں سے شیطان کے سینگ نے نکلتا تھا۔

دلیل ۲:- ایک مرتبہ عامر بن مالک ابو براء نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا اور ابو براء کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن ابو براء نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ رد کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر آپ اپنے چند اصحاب اہل نجد کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمائیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں گے۔ آپ نے فرمایا مجھ کو اہل نجد سے اندیشہ اور خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا میں صامن ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ستر صحابہ کو جو قراء کہلاتے تھے۔ اس کے ہمراہ کر دیئے۔ (سیرۃ المصطفیٰ از مولانا

اور۔ بس کاندھلوی ج ۲ ص ۲۶۷)

امام قسطلانی، حافظ ابن کثیر اور ابن ہشام نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

انی اخشی علیہم اہل نجد

مجھے نجدیوں سے ان مبلغین کے متعلق خوف ہے۔

(مواہب اللدنیہ مع زرقانی ج ۲ ص ۷۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۴ ص ۷۴۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲

ص ۱۷۴)

مندرجہ بالا حوالات جات کو غور سے، ٹھنڈے دل سے پڑھیے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ نجدی ایسے بد بخت لوگ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے مبلغین پر ان سے اندیشہ اور خطرہ کا اظہار فرماتے ہیں۔ اور نبی مکرم ﷺ کی یہ بات درست بھی ثابت ہوئی کہ یہ قراء شہید بھی ہو گئے۔

(نوٹ):- وہاں یہ نجدیہ اسی واقعہ کو پیش کر کے یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ علم نہ تھا کہ ان صحابہ کو شہید کر دیا جائے گا اگر علم ہوتا تو رسول اکرم ﷺ ہر گز ہر گز ان صحابہ کو تبلیغ کیلئے روانہ نہ فرماتے۔ اگر آپ ﷺ کو یہ علم تھا کہ ان مبلغین صحابہ کے ساتھ دھوکا ہو گا۔ اور علم کے باوجود آپ نے صحابہ کو روانہ فرمایا تو ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خون نبی اکرم ﷺ کے ذمہ لازم آئے گا۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ کے لئے علم غیب کی

عطا کا دعویٰ غلط ہے۔

(جواب) مسئلہ علم غیب کی تفصیلی بحث تو انشاء اللہ العزیز باب نمبر ۴ میں آنے گی سر دست اس سوال کے جواب سے پہلے دو اصولی باتیں ذہن نشین فرمائیے۔
۱۔ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک کسی ہی مخلوق کو خواہ وہ محبوب خدا ﷺ ہی کیوں نہ ہوں۔ خداوند قدوس کی عطا اور بخشش کے بغیر نہ تو ایک ذرہ کا علم حاصل ہے اور نہ ہی قدرت و طاقت۔

بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا علم عطائی ہے ذاتی ہرگز ہرگز نہیں۔

۲۔ یہ کل عطائی علم غیب بھی نبی اکرم ﷺ کیلئے ہم ابتداء سے ہی ثابت نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا علم غیب قرآن حکیم کے نزول کے ضمن میں مکمل ہوا۔ جوں جوں قرآن حکیم نازل ہوتا گیا آپ کے علم مبارک میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور جب قرآن حکیم کی آخری آیت مبارکہ نازل ہو گئی تو نبی اکرم ﷺ کو کل مخلوق کا علم عطا ہو گیا۔
یہاں دو باتوں کو مزید ذہن نشین کر لیجئے۔

۱۔ سرکار دو عالم ﷺ کا یہ علم مبارک صرف مخلوق کے اعتبار سے کل ہے خالق کے اعتبار سے بعض اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے علم کو تو ہم یہ نسبت بھی نہیں دیتے کہ "اللہ تعالیٰ کا علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں اور اس کے مقابلہ میں نبی اکرم ﷺ کا علم مبارک محض ایک قطرہ"

۲۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی توجہ کسی امر کی طرف نہ ہو۔

آپ نے اگر ان اصولی باتوں کو ذہن نشین فرمایا ہے تو آپ پر یہ بات بھی خود بخود واضح ہو گئی ہوگی کہ قرآن حکیم کا نزول مکمل ہونے سے پہلے کی کوئی بات بھی علم مصطفیٰ علیہ السلام کی نفی میں ہمارے سامنے پیش نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ علم کلی، علم ماکان و مایکون کا

دعویٰ قرآن حکیم کی آخری آیت مبارکہ کے نزول کے بعد کا ہے پہلے کا نہیں۔

اب اس واقعہ کے متعلق ہماری گذارشات کو توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ العزیز آپ کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو اس ماجرا کی بھی پہلے ہی خبر تھی۔

ان صحابہ کرام کو روانہ کرنے سے پہلے سرکارِ دو عالم ﷺ کا "انی اخصی اہل نجد علیہم" کہ ان صحابہ پر مجھے نجدی ٹولہ کا خوف اور اندیشہ ہے "اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو علم تھا۔

ربا یہ شبہ کہ اگر پہلے ہی علم تھا تو اس قتل کے ذمہ دار، نبی اکرم ﷺ ٹھہریں گے۔ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر زائل ہو جاتا ہے۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ کے متعلق ارشادِ بانی ہے

وما ينطق عن الهوى۔ ان هو الا وحى يوحى

نبی اکرم ﷺ تو اپنی مرضی سے کلام تک نہیں فرماتے۔ وہ تو حکمِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان قراء کو نبی اکرم ﷺ نے تو وحی الہی کے مطابق روانہ فرمایا تھا اس لئے یہ الزام اگر عائد ہوتا ہے تو وہ مصطفیٰ ﷺ کی بجائے خداوندِ قدوس پر عائد ہو گا کہ اس نے اپنے ازلی علم کے باوجود یہ قراء نجدی ٹولہ کی طرف روانہ کرنے کا آرڈر کیوں جاری فرمایا۔

۲۔ اگر سرکارِ دو عالم ﷺ ابو براء کی ضمانت کے باوجود یہ مبلغین روانہ نہ فرماتے تو کل قیامت کے روز یہ نجدی ٹولہ بارگاہِ خداوندی میں عذر پیش کر سکتا تھا کہ رب العالمین اگر ہمارے پاس تیرا صحیح، سچا پیغام پہنچ جاتا تو ہم ضرور سچا ایمان لے آتے لیکن تیرے محبوب نے تو ضمانت کے باوجود ہمارے پاس مبلغین بھیجنے سے انکار کر دیا تھا اس لئے ہم جو ایمان

قبول نہ کر سکے اس میں قصور ہمارا نہیں ہے بلکہ تیرے نبی کا ہے۔ (معاذ اللہ)

۳۔ شہادت تو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اسی لئے جب ان مبلغین میں سے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے نیزہ مارا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ اکبر فرزت ورب الکعبۃ مجھے رب کعبہ کی قسم میں کامیاب و کامران ہو گیا۔

(زرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۷۶)

۴۔ اگر وہابیوں کی یہ منطق تسلیم کر لی جائے کہ علم کے باوجود مبلغین کو خطرناک مقامات پر بھیجنے والے کے ذمہ فرد جرم عائد ہوتی ہے تو خداوند قدوس نے بھی تو انبیاء کرام تبلیغ کے لئے روانہ فرمائے جن کو یہودیوں نے قتل کر دیا تھا۔ قرآن حکیم بھی ارشاد فرماتا ہے

ويقتلون النبيين بغير الحق

تو لازم آئے گا کہ

الف۔ خداوند قدوس کو ان انبیاء کرام کی شہادت کا پہلے علم نہ تھا۔ اگر علم ہوتا تو خداوند قدوس اپنے نبیوں کو ہرگز تبلیغ کے لئے روانہ نہ فرماتا۔
ب۔ اگر خدا کو پہلے علم تھا تو ان انبیاء کرام علیہم السلام کے قتل کا الزام خداوند قدوس پر عائد ہوتا ہے۔

نعوذ باللہ من حدۃ الترافات

دلیل نمبر ۳:- عن ابن عمر قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہم بارک لنا فی شامنا اللہم بارک لنا فی یمنا قالوا و فی نجدنا قال اللہم بارک لنا فی شامنا اللہم بارک لنا فی یمنا قالوا یا رسول اللہ و فی نجدنا فاطنہ قال فی الثالثۃ هناک الزلازل والفتن وبہا یطلع قرن الشیطن۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۵۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۲)

ترجمہ:- حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے صبح میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے علاقہ نجد کے متعلق بھی دعا فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے پھر یہی دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے شام اور صبح میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے پھر عرض کی یا رسول اللہ ہمارے نجد کیلئے دعا فرمادیجئے میں سمجھتا ہوں کہ جب تیسری مرتبہ لوگوں نے عرض کیا (کہ نجد کیلئے بھی دعا فرمائیے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہیں تو زلزلے آئیں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اس حدیث سے بھی صراحتاً معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی نگاہ اقدس میں "نجد" کا علاقہ اتنا مبغوض تھا کہ لوگوں کے بار بار اصرار کے باوجود اس کیلئے دعا رحمت نہیں فرمائی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے خداداد علم غیب سے اس فتنہ کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ اسی حدیث کی شرح میں مشہور وہابی عالم وحید الزمان نے ایک عجیب موقف اختیار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

نجد سے مراد وہ ملک ہے عراق کا جو بلندی پر واقع ہے آنحضرت ﷺ نے اس کیلئے دعا نہیں فرمائی کیونکہ ادھر سے بڑی بڑی آفتوں کا ظہور ہونے والا تھا امام حسین علیہ السلام بھی اسی سرزمین میں شہید ہوئے۔ کوفہ، بابل وغیرہ یہ سب نجد میں داخل ہیں۔ بعض بیوقوفوں نے نجد کے فتنے سے محمد بن عبد الوہاب کا ٹکنا مراد رکھا ہے ان کو یہ معلوم نہیں کہ محمد بن عبد الوہاب تو مسلمان اور موصد تھے وہ تو لوگوں کو توحید اور اتباع سنت کی طرف بلاتے تھے اور شرک و بدعت سے منع کرتے تھے ان کا ٹکنا تو رحمت تھانہ فتنہ۔

(تیسیر الباری شرح صحیح بخاری ج ۹ ص ۱۵۶ مطبوعہ تاج کمپنی)

مندرجہ بالا اقتباس کو ایک بار پھر پڑھیے تو آپ پر چند چیزیں واضح ہوں گی کہ وہاں یہ

۱- نجد کا علاقہ واقعی نبی اکرم ﷺ کے نزدیک مبعوض ہے۔

۲- نجد سے مراد عراق ہے نہ کہ محمد بن عبد الوہاب کا علاقہ۔

۳- نجد سے مراد عراق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں شہید ہوئے۔

۴- محمد بن عبد الوہاب نجدی نہ تھا اور نہ ہی اس کا ٹکنا فتنہ تھا بلکہ اس کا ٹکنا رحمت الہی تھا۔

وہابیہ کا عراق کو نجد قرار دینا غلط ہے اس لئے کہ آج بھی مملکت سعودیہ میں نجد نام کا علاقہ موجود ہے اور وہاں کے لوگ اپنے آپ کو بڑے دھڑلے سے نجدی کہتے ہیں۔ جس کے شاہد سعودی عرب میں کام کرنے والے ہزاروں پاکستانی بھی ہیں۔ نجدی بڑے فخر سے کہتا ہے انا نجدی، جو حجازی۔

۱۳۹۸ھ میں موجودہ فرمانروائے مملکت سعودیہ شاہ فہد بن عبد العزیز ولی عہد تھے۔ ان

کے حکم سے فتاویٰ ابن تیمیہ شائع ہوا اس کے سرورق کا فوٹو ملاحظہ ہو اس کے جامع اور مرتب کا نام صاف طور پر یوں لکھا ہوا ہے۔

عبدالرحمن بن محمد بن قاسم العاصمی النجدی

مجموع فتاوى

شَيْخِ الْإِسْلَامِ
أَبِي إِسْحَاقَ
إِبْرَاهِيمَ بْنِ
أَبِي حَنِيفَةَ

طَيْبَ اللَّهِ شَرَاهُ

جَمَعَ وَتَرْتِيبَ الْفَقِيرِ إِلَى اللَّهِ

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ قَاسِمِ الْعَاصِمِيِّ الْجَدِيدِيِّ الْحَنْبَلِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ

وَسَاعَدَهُ ابْنُهُ مُحَمَّدٌ وَفَقَّهُ اللَّهُ

حَقُوقَ الطَّبَعِ مَحْفُوظَةً لِهَمَّا

لِلْمَجْلَدِ الْأَوَّلِ

طَبِعَ بِأَمْرِ

صَاحِبِ الْمَسْرُوعِ الْمَلِكِيِّ وَرَبِّ الْمَسْرُوعِ الْمَعْلُومِ

فَتَاوَى عَمْرٍو الْعَزِيزِيِّ الرَّسُوْدِيِّ

تصوير العلي بن ابي طالب

١٣٩٨ هـ

اگر نجد سے مراد عراق ہے تو فتاویٰ ابن تیمیہ کا مرتبہ و جامع "نجدی" کیسے ہو گیا۔
پھر اسی مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۱، مقدمہ کے صفحہ ۱۰ پر "فتاویٰ علماء نجد" کا تذکرہ
بھی موجود ہے اور صفحہ ۱۰ پر "نجد" کی تعریف میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی موجود ہیں

وكانت نجد، ولا زالت بحمد الله. اسعد الاقاليم بالانتفاع بمؤلفات
شيخ الاسلام، و تداولها، و تدريسها

وہابی علماء سے سوال ہے کہ "فتاویٰ علماء نجد" کیا علماء عراق کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے
یا سعودی عرب کے علماء کا اور نجد کے حق میں یہ تعریفی کلمات کیا عراق کے کسی صوبہ کے
حق میں ہیں یا سعودی عرب کے

۱۳۰۹ھ میں سعودی دار الحکومت سے ایک کتاب چھپی ہے جس کا نام "مجموعہ الرسائل

والمسائل النجدية" (بعض علماء نجد الاعلام)

اس کتاب میں محمد بن عبد الوہاب نجدی اس کے بیٹوں، پوتوں اور دیگر نجدی علماء
کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں۔

ہم پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا یہ نجدی علماء عراق سے تعلق رکھنے والے ہیں یا
وہاں سے جہاں آج سعودی حکومت موجود ہے۔ اس کتاب کے ٹائٹل پیج کا فوٹو ملاحظہ

فرمائیں۔

مجموعہ السِّيَرَاتُ وَالْمَسَائِلُ النَّجْدِيَّةُ

بعض علماء نجد الاعلام

اشرف من ائمة طبعه
الفتوى ابن تيمية
عبد السلام بن برجس بن ناصر آل عبد الكريم

الجزء الاول

دارالعلم
الربيعية

وحابہ کا عراق کو نجد قرار دینا اس لئے بھی غلط ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اہل عراق کیلئے حج کا سیقات "ذات عرق" مقرر فرمایا۔

(دار قطنی ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ لاہور)

جب کہ اہل نجد کیلئے "قرن منازل" مقرر فرمایا۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۰۶)

معلوم ہوا کہ "نجد" الگ علاقہ ہے اور "عراق" الگ۔ ایک اور وحابی عالم "مسعود عالم ندوی" اپنی کتاب محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح "میں لکھتے ہیں۔

عرب کے مختلف حصوں اور خاص کر "نجد" کا جغرافیہ ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے۔ ہمارے ہاں جیسی صوبہ اور صلع دار مرتب تقسیم ان کے ہاں نہیں ہے اور نہ موجودہ دور سے پہلے کوئی قابل ذکر سیاسی وحدت تھی، مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ نجد کے تین بڑے حصے ہیں۔

۱۔ شمالی مشرقی حصہ جس کا نام شر ہے۔ اس کے مشہور شہر حائل اور القصر ہیں۔

۲۔ شمالی مشرقی حصہ جس کا نام القصیم ہے اس کے مشہور مقامات غنیرہ اور بریدہ ہیں۔

۳۔ جنوبی حصہ جو العارض کہلاتا ہے۔ اس کا مشہور شہر "ریاض" ہے جو آج سعودی حکومت

کا پایہ تخت ہے۔ عارض کو جبل یمامہ بھی کہتے ہیں۔ اصل میں یہ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ اور

اس کے گرد و نواح کی زمین وادی حنیفہ اور یمامہ کہلاتی ہے۔ شیخ الاسلام (محمد بن عبد الوہاب)

کی جائے پیدائش عینہ اور دعوت کامرکز درعیہ دونوں اسی وادی میں واقع ہیں جو نجد کے قلب

کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح ص ۲۷-۲۸ مطبوعہ

فیصل اکیدمی لائپور)

۱۔ نجد الگ علاقہ ہے اور معلوم ہوا عراق الگ۔

۲۔ سیلمہ کذاب اور محمد بن عبد الوہاب نجدی دونوں ایک ہی علاقہ کی پیداوار ہیں۔

علامہ وحید الزمان کا یہ کہنا کہ چونکہ سیدنا امام حسین سرزمین عراق میں شہید کئے گئے

تھے اس لئے یہی جگہ نجد ہے۔ انتہائی معصومہ خیز ہے چلیئے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تو سرزمین عراق میں ظلماً شہید ہوئے لیکن دلداد نبی، امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ خود مدینہ منورہ میں شہید ہوئے ہیں تو کیا اب معاذ اللہ مدینہ منورہ کو بھی وہابی علماء نجد قرار دیں گے؟

الیس منکم رجل رشید

محمد بن عبدالوہاب نجدی کو وحید الزمان نے فتنہ کی بجائے رحمت قرار دیا ہے۔ اس کے متعلق ہم اپنے تاثرات کی بجائے دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین "حسین احمد صاحب مدنی" کے تاثرات پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ ہم پر جانبداری کا الزام نہ عائد کیا جاسکے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حریم کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضیکہ وجوہات مذکورہ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیئے وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ

(الشہاب الثاقب ص ۳۲ مطبوعہ اعزازیہ دیوبند)

محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ۳۳)

نواب صدیق حسن خاں پاک و ہند کے وہابیوں کے سرخیل ہیں وہ بھی محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق مذکورہ تاثرات کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان سب چیزوں کے ہوتے ہوئے وہابیہ کس منہ سے نجدی کو رحمت قرار دیتے ہیں کیا وہابیوں کو مدینہ منورہ کے متعلق احادیث مبارکہ یاد نہیں ہیں۔

۱۔ حدیث صحیح مسلم میں آیا ہے

لا یرید احد اہل المدینۃ بسوء الا اذابہ اللہ فی النار کما ذوب الرصاص
او ذوب الملح فی الماء۔

(راحت القلوب ترجمہ جذب القلوب ص ۳۱۔ مسلم شریف ج ۱
ص ۲۲۱)

ترجمہ:- جو شخص کہ اہل مدینہ سے بدی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں ایسے پگھلائے گا جیسے رنگ یا جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

۲۔ روى الطبرانی فی الاوسط برجال الصحیح حدیث

اللہم من ظلم اہل المدینۃ و اخافہم فاحفہ و عایہ لعنة اللہ و الملائکة
و الناس اجمعین لایقبل منہ صرف ولا عدل

وروی النسائی حدیث "من اخاف اہل المدینۃ ظالمالہم اخاف اللہ"

وكانت عليه لعنة الله ولا بن حبان نحوه

(وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۵ مطبوعه بيروت)

ترجمہ:- حافظ طبرانی نے المعجم الاوسط میں صحیح بخاری کے راویوں سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں یوں دعا مانگی "اے اللہ جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو ڈرائے تو تو بھی اس پر خوف مسلط فرما اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ نہ اس کا کوئی فرض قبول ہو نہ نفل۔"

اور امام نسائی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو بھی مدینہ والوں کو ظلماً ڈرائے اللہ تعالیٰ اس پر خوف بھی مسلط فرمائے گا اور اس پر اللہ کی لعنت بھی ہوگی۔ ابن حبان نے بھی اسی کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

۳- وروی احمد برجال الصحيح عن جابر ابن عبد الله رضی اللہ عنہما ان امیرا من امراء الفتنة قدم المدينة، وكان قد ذهب بصر جابر، فقيل لجابر- لوتنحيت عنه- فخرج يمشي بين ابنيه، فنكب فقال تعس من اخاف رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابناه او احدهما- يا ابا، فكيف اخاف رسول الله صلى الله عليه وسلم و قد مات؟ فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول "من اخاف اهل المدينة فقد اخاف ما بين جنبي-"

(وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۵)

ترجمہ:- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے راویوں سے حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت فرمائی ہے کہ امرائے فتنہ میں سے ایک امیر (بشر بن ارطاة) مدینہ منورہ آیا۔ اس وقت حضرت جابر کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ آپ سے عرض کی گئی (مصلحت اسی میں ہے) کہ آپ فتنہ سے بچنے کیلئے کسی اور جگہ تشریف لے

چلیں۔ آپ اپنے دو صاحبزادوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چل رہے تھے کہ آپ گر پڑے۔
 تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس شخص کا بیڑہ غرق جو رسول اللہ ﷺ کو ڈرائے۔ دونوں
 صاحبزادوں یا ان میں سے کسی ایک نے پوچھا ابا جان رسول اللہ ﷺ تو وصال فرما چکے ہیں۔
 اب ان کو کوئی کیسے ڈرا سکتا ہے تو حضرت جابر نے ارشاد فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو
 فرماتے سنا۔ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس نے مجھ کو ڈرایا۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو مدینہ والوں کو ڈرائے گا

۱۔ اس طرح پگھلے گا جس طرح پانی میں نمک

۲۔ اس پر اللہ تعالیٰ خوف مسلط فرمائے گا۔

۳۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ فرشتوں کی بھی اور انسانوں کی بھی۔

۴۔ نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

۵۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا کا سبب ہوگا۔

ان تمام ارشادات عالیہ کو ذہن میں رکھ کر دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین "حسین
 احمد صاحب مدنی" کے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق تاثرات ایک مرتبہ پھر پڑھیے اور
 پھر خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ یہ شخص فتنہ تھا یا اللہ کی رحمت۔

لگے ہاتھوں محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کے متبعین کے متعلق مشہور فقہیہ علامہ
 ابن عابدین شامی کی رائے بھی ملاحظہ فرماتے چلیے۔ باغیوں کا ذکر کرتے کرتے ارشاد فرماتے
 ہیں۔

كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد و
 تغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا
 انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا
 بذلك قتل اهل السنة و قتل علمائهم۔

(فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۲۳۹)

ترجمہ:- جیسا کہ ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار نجد سے نکلے، حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کر لیا یہ لوگ خود کو مذہب حنبلی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی لوگ مسلمان ہیں اور جو شخص بھی ان کے عقیدہ کا مخالف ہے وہ مشرک ہے اسی لئے ان نجدیوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کا قتل جائز قرار دیا تھا۔

علامہ شامی کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ

۱- نجدیوں کے حرمین شریفین پر تسلط سے قبل وہاں کے لوگ اہل سنت تھے۔

۲- ان نجدیوں نے حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کیا اور وہاں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔

دلیل نمبر ۴:-

عن ابی سعید الخدری، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج ناس من قبل المشرق یقروون القرآن لایجاوز تراقیہم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ ثم لایعودون فیہ حتی یعود السہم الی فوقہ۔ قیل ما سیمامہم؟ قال سیمامہم التحلیق اوقال التسیبید۔

(شرح السنۃ از امام بغوی ج ۱۰ ص ۲۲۲)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کچھ لوگ مشرق سے نکلیں گے۔ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے خنجر سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ لوگ دین سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جس طرح تیر کمان سے باہر ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ دین سے باہر ہو جانے کے بعد دین میں واپس نہیں آئیں گے۔ جب تک کہ تیر کمان میں واپس آجائے۔ (جس طرح تیر کا دوبارہ کمان میں واپس آنا محال ہے اسی طرح ان کا دین حق کی طرف واپس پلٹنا محال ہے) صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اس ٹولہ کی خاص نشانی کیا ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا سر منڈانا۔

59700

یہ حدیث کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۰ پر بھی موجود ہے۔ اپنے
آقا و سولہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر قربان جاؤں کہ اپنے خداداد علم سے اس گمراہ فرقہ کے
متعلق تفصیلات بھی بیان فرمادیں کہ

۱- یہ فرقہ مشرق سے نکلے گا۔ نجد مدینہ منورہ کے مشرق میں واقع ہے
۲- قرآن بہت پڑھیں گے لیکن قرآن حکیم ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔ جس طرح
وہابی مولوی اپنی تقریروں میں مسلسل دو دو رکوع قرآن حکیم پڑھ جاتے ہیں لیکن قرآن حکیم کا
فیض ان کے سینہ تک نہیں پہنچ پاتا۔

۳- اس ٹولہ کی خاص علامت "سرکامنڈانا" ہے

وہابی ٹولہ بڑے اہتمام سے سرمنڈاتا ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۵
میں بھی موجود ہے جس میں اسی دشمن اسلام فرقہ کی چند نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔
صحیح بخاری کے مثنیٰ "احمد علی سارنپوری" بخاری کی اسی حدیث کے "بین السطور"

لکھتے ہیں

وهؤلاء القوم خرجوا من نجد موضع تميميين
ترجمہ:- یہ قوم بنو تميم کے علاقہ "نجد" سے نکلی۔

حضرت علامہ احمد بن زہنی و حلال مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

وفى قوله صلى الله عليه وسلم سيما هم التحليق تنصيص على هؤلاء
القوم الخارجين من المشرق التابعين لابن عبد الوهاب فيما ابتدعه
لانهم كانوا يأمرون من اتبعهم ان يحلق راسه ولا يتركونه يفارق
مجلسهم اذا تبعهم حتى يحلقوا راسه ولم يقع مثل ذلك قط من احد
من فرق الضالة التي مضت قبلهم فالحديث صريح فيهم وكان السيد

عبدالرحمن الاهدل مفتی زبیر يقول لا يحتاج ان يؤلف احد تاليفا
للرد على ابن عبدالوهاب بل يكفي في الرد عليه قوله صلى الله عليه
وسلم سيماهم التحليق فانه لم يفعله احد من المبتدعة غيرهم وكان
ابن عبدالوهاب يامر ايضا بحلق رؤوس النساء اللاتي يتبعنه فاقامت
عليه الحجة مرة امراة دخلت في دينه كرها وجددت اسلامها على زعم
فامر بحلق راسها فقالت له انت تامر الرجال بحلق رؤوسهم فلو
امرت بحلق لحاهم لساغ لك ان تامر بحلق رؤوس النساء لان شعر
الراس للمرأة بمنزلة اللحية للرجال فبهت الذي كفر ولم يجد لها
جواب لكنه انما فعل ذلك ليصدق عليه وعلى من تبعه قوله صلى الله
عليه وسلم سيماهم التحليق فان المتبادر منه حلق الراس فقد صدق
صلى الله عليه وسلم فيما قال-

(الدرر السنية ص ۵)

ترجمہ:- رسول اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی "سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہوگا" میں اسی
قوم پر لیں ہے جو مشرق سے نکلی۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار بنے۔ اس لئے کہ
یہی وہ لوگ تھے جو اپنے پیروکاروں کو اپنے گروہ میں داخل کرتے وقت سر منڈانے کا حکم
دیتے تھے اور جب تک یہ لوگ اپنا سر منڈوانہ لیتے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے گروہ کے لوگ
ان نئے شامل ہونے والوں کو اپنی مجلس سے اٹھنے نہ دیتے۔

اس نجدی سے پہلے جتنے گمراہ فرقے گزرے ہیں ان میں سے کسی نے بھی یہ علامت
اختیار نہیں کی پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث نجدیوں کے متعلق صریح ہے۔

حضرت شیخ سید عبدالرحمن مفتی زبیر فرمایا کرتے تھے کسی شخص کو اس نجدی کے رد
مستقل کتاب لکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے رد کیلئے سرور

کو نبی ﷺ کا ارشاد گرامی "سرمنڈانا اس قوم کی خاص علامت ہوگا" ہی کافی ہے۔
 یہ محمد بن عبد الوہاب نجدی ان عورتوں کو بھی سرمنڈانے کا حکم دیا کرتا تھا جو اس
 کے ٹولہ میں شامل کی جاتیں۔

ایک مرتبہ ایک عورت اس کے دین میں داخل کی گئی۔ نجدیوں نے اپنے فاسد گمان
 کے تحت اس کو نئے سرے سے اسلام میں داخل کیا۔ پھر اس کو سرمنڈانے کا حکم دیا تو اس
 عورت نے محمد ابن عبد الوہاب سے کہا کہ تو مردوں کو تو سرمنڈانے کا حکم دیتا ہے اگر ان
 کی دارمھیوں کے منڈانے کا حکم دیتا تو البتہ عورتوں کے سرمنڈانے کا حکم دے سکتا تھا۔
 کیونکہ عورتوں کے سر کے بال مردوں کی دارمھیوں کی طرح ہیں۔ عورت کی یہ بات سن کر
 نجدی کافر مبہوت ہو گیا۔ کوئی جواب نہ بن پڑا لیکن اس نے عورت کا سر مونڈ کر چھوڑا تاکہ
 اس پر اور اس کے پیروکاروں پر نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی "سرمنڈانا اس قوم کی خاص
 علامت ہوگا" صادق آجائے۔

دلیل نمبر ۵:- ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم ﷺ صحابہ کرام میں اموال تقسیم فرما رہے تھے کہ
 قبیلہ "بنو تمیم" کا ایک شخص جس کا نام "ذوالنویصرہ" تھا نہایت بیباکی سے کہنے لگا "اعدل"
 یا رسول اللہ انصاف کیجئے۔ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں عدل نہیں کرتا تو اور کون
 عدل کر سکے گا؟۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بد بخت کو قتل کرنے کی
 اجازت مانگی۔ نبی اکرم ﷺ نے اجازت نہ دی ساتھ ہی ارشاد فرمایا

ان من صنفتے هذا قوماً یقرون القرآن لا یجاوز حنا جرہم یمرقون
 من الاسلام مروق السہم من الرمیة فیقتلون اهل الاسلام ویدعون
 اهل الاوثان

اس کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے
 نہیں اترے گا۔ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جس طرح تیر کمان سے۔ وہ لوگ بت

پرستوں کو تو چھوڑیں گے لیکن مسلمانوں کو قتل کریں گے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵ باب فی المعجزات)

یہ محمد بن عبد الوہاب نجدی بھی بنو تمیم ہی میں سے تھا اور اسی ذوالنواصرہ کی نسل سے بیان کیا جاتا ہے۔

درر سنیہ میں ہے

واصرح من ذلك ان هذا المغرور محمد بن عبد الوہاب من تمیم
فیحتمل انه من عقب ذی الخویصرہ۔

(الدرر السنیہ ص ۵۲ مطبوعہ استنبول)

ترجمہ:- اس سے بھی صریح یہ بات ہے کہ یہ دھوکا خور محمد بن عبد الوہاب بھی قبیلہ بنو تمیم
میں سے ہے اور اس بات کا احتمال بہر حال موجود ہے کہ یہ اسی ذوالنواصرہ کی نسل سے
ہے۔

دلیل نمبر ۶:- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ
ارشاد فرماتے ہیں

ان مما اخاف علیکم رجل قرء القرآن حتی اذا رویت بهجتہ علیہ
وکان ردائہ الاسلام اعتراہ الی ماشاء اللہ انسلخ منہ و نبذہ وراء ظہرہ
وسعی علی جارہ بالسیف ورماہ بالشرک۔ قال قلت یا نبی اللہ ایہما
اولی بالشرک المرمی او الرامی؟ قال بل الرامی۔

(ہذا اسناد جید۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ امجد
اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:- بیشک مجھے تم پر ایک ایسے شخص کا خوف ہے جو اتنا قرآن پڑھے گا کہ اس کے
پھرے پر قرآن کی رونق بھی نظر آنے لگے گی۔ اس کا اور ٹھنا پھونا بھی اسلام بن جائے گا۔

جب تک اللہ چاہے گا اس کو یہ حالت لاحق رہے گی۔ پھر اس سے یہ حالت چھن جائے گی۔ وہ شخص قرآن حکیم اور اسلام کو پس پشت پھینک کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے ان سے جنگ کرے گا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان دونوں میں سے شرک کا حق دار کون ہوگا۔ جن بیچاروں پر شرک کا فتویٰ لگے گا وہ یا شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا۔ غیب کی خبریں دینے والے (نبی) نے ارشاد فرمایا۔ بلکہ شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا ہی شرک کا حق دار ہوگا۔

ان دونوں حدیثوں کو غور سے پھر پڑھیے تو اس بد بخت ٹولہ کی دو علامتیں مزید نظر

آتی ہیں۔

۱۔ بت پرستوں کو چھوڑیں گے۔ مسلمانوں سے لڑائی کریں گے۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آج تک اس نجدی ٹولہ نے کفار و مشکین سے جنگ نہیں لڑی۔ ہمیشہ ان کی لڑائی مسلمانوں کے ساتھ ہی رہی ہے۔ حال ہی میں ایک طرف مسلمان ملک عراق تھا اور اس کے مقابلہ پر امریکہ، برطانیہ، فرانس اور ان کی پشت پر یہود و ہنود کی پوری قوت موجود تھی۔ لیکن فرمان نبوی صحیح ثابت ہوا۔ ان نجدیوں نے ایک مسلمان ملک کی تباہی کیلئے یہودی، عیسائی افواج کفر کو ساری لڑائی کا خرچہ بھی دیا اور لڑنے کیلئے اپنی سرزمین بھی۔

۲۔ اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ لگا کر ان کو قتل کریں گے۔ (صدق نبی اللہ ﷺ)

اس ٹولہ نے مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں کے مسلمانوں پر شرک ہی کا فتویٰ صادر کر کے ان بھولے بھالے مسلمانوں کو قتل کیا۔ ان کے اسوال کو لوٹا۔

ایک ہندوستانی وہابی مولوی اسماعیل غزنوی نے علامہ سلیمان بن سمان نجدی کے رسالہ "الحدیث السنیہ" کا ترجمہ "تمفہ وحابیہ" کے نام سے لکھا۔ اس میں محمد بن عبد الوحاب نجدی کے بیٹے "عبد اللہ" کا بھی رسالہ موجود ہے۔ اس میں عام مسلمانوں کو کھلم کھلا مشرک کہہ

کر ان کے قتل کا اور اموال لوٹ لینے کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

”یعنی ایسے امور میں امداد حاصل کرنا ہو جو خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں نہیں ہیں۔ مثلاً کسی بیمار کا تندرست کرنا یا دشمن پر فتح حاصل کرنا یا کسی دکھ سے محفوظ رہنا وغیرہ۔ تو ایسے امور میں خدا کے سوا کسی دوسرے سے امداد کا طلب کرنا شرک ہے جو لوگ ایسا کریں وہ مشرک ہیں شرک اکبر کے مرتکب ہیں۔ اگرچہ اس کا عقیدہ یہی ہو کہ فاعل حقیقی فقط رب العزت ہے اور ان صالحین سے دعاء کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ ان کی سفارش سے مراد بر آئے گی۔ گویا یہ ایک واسطہ ہیں۔ یعنی ان کا فعل یہ بہر حال شرک ہے اور ایسے لوگوں کا خون بہانا جائز ہے۔ اور ان کے اموال کا لوٹ لینا مباح ہے۔

(تمفہ وھا یہ اردو ترجمہ الحدیث السنیہ ص ۵۹)

لا حول ولا قوة الا بالله العظيم

مسئلہ توسل اور استعانت کی مفصل و مدلل بحث انشاء اللہ العزیز باب نمبر ۴ میں کی جائے گی سر دست اتنا سمجھ لیجئے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

انی لست اخشی علیکم ان تشرکوا ولكنی اخشی علیکم الدنیا ان تنافسوها۔

(صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۵۷۸)

ترجمہ:- مجھے اس بات کا قطعاً ڈر نہیں کہ تم شرک کرنے لگ جاؤ گے۔ لیکن اس بات کا ضرور ڈر ہے کہ تم دنیا میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ نیز سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان الشیطان قد نیس ان یعبد فی جزیرة العرب۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۶)

ترجمہ:- شیطان جزیرہ عرب میں اپنی عبادت (شرک) سے مایوس ہو چکا ہے ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہم اہل سنت مشرک نہیں ہیں۔

عن ابن عمر قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من بيت عائشة فقال رأس الكفر من ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان یعنی المشرق۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۹۲)

ترجمہ:- حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو ارشاد فرمایا

کفر کا سر وہیں ہو گا جہاں شیطان کا سینگ طلوع ہو گا۔ یعنی مشرق سے۔ پچھلے اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے "نجد" کا نام لیکر فرمایا تھا کہ وہاں سے "قرن الشيطان" کا طلوع ہو گا اور اس حدیث میں مزید وضاحت فرمادی کہ وہیں پر "کفر کا سر" ہو گا۔

نتیجہ بالکل واضح ہے۔

دلیل نمبر ۸

كان ابن عمر يراهم شرار خلق الله وقال انهم انطلقوا الى آيات نزلت في الكفار فجعلوها على المؤمنين۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۲۳ باب قتال الخوارج)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان خوارج کو اللہ کی ساری مخلوق میں سے بدتر سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ان بد بختوں نے وہ آیات کریمہ جو کہ کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں وہ مسلمانوں پر چسپاں کی ہیں۔

خوارج کا سردار وہی ذوالنورین تھا جس نے نبی اکرم ﷺ سے "اعدل" کہا تھا۔ اور اسی کی نسل سے محمد بن عبد الوہاب نجدی بیان کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ جو

آیات کریمہ بتوں اور کافروں کی مذمت میں نازل ہوئی تھیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کیا کرتے تھے۔ اور یہی کام امت وحابیہ بھی کر رہی ہے اس بات کو ہم بالذات لائل باب نمبر ۴ میں بیان کریں گے۔ اور یہ کام کرنے والوں کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بدترین خلق سمجھا کرتے تھے۔

اس بد بخت فرقہ کے متعلق ایک بار پھر پچھلی احادیث مبارکہ ذہن میں رکھیں تو چند چیزیں واضح ہو جاتی ہیں۔

۱۔ شیطان شیخ نجدی کی شکل میں عظمت مصطفیٰ ﷺ ختم کرنے کیلئے کفار مکہ کی میٹنگ میں شریک ہوا۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "مجھے ان مبلغین پر اہل نجد کا خوف ہے۔"

۳۔ آقا علیہ السلام نے نجد کا نام لیکر ارشاد فرمایا کہ یہیں سے قرن الشیطان کا طلوع ہو گا اور یہیں کفر کا سر ہو گا۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "سیری امت شرک میں مبتلا نہ ہوگی۔ (مخلصاً)

لیکن پھر بھی کچھ لوگ جو قرآن حکیم پڑھتے ہوں گے، ان کا اور ٹھنا، پھوٹنا اسلام بن چکا ہو گا۔ وہ تلواریں سونت کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے حملہ آور ہوں گے۔

خبردار اے مسلمان :- جن بیمارے مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگے گا وہ تو شرک میں مبتلا نہ ہوں گے۔ ان کو دیکھا دیکھی مشرک مت سمجھنے لگ جانا۔ بلکہ جو لوگ شرک کا فتویٰ لگانے والے ہوں گے۔ شرک انہی پر لوٹ آئے گا۔

۵۔ کافروں، بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات مسلمانوں پر چسپاں کریں گے۔

ان پانچوں چیزوں کو ذہن میں رکھیں اور خود فیصلہ کیجئے کہ آج وہ کون لوگ ہیں جو امت مسلمہ پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے ان کو قتل کرنا۔ ان کا مال لوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔

وہ کون لوگ ہیں جو انبیاء اولیاء کو "بے بس، کمزور، ذلیل، بے علم" ثابت کرنے

کیئے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ بتوں کے متعلق نازل شدہ آیات محبوبان خدا پر بھی چسپاں کر دیتے ہیں۔

ہاں، ہاں! مسلمان وہ یہی فرقہ وحابیہ ہے جس کے متعلق غیب کی خبریں دینے والے محبوب ﷺ نے پہلے ہی بتلادیا تھا۔

من شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر

محمد بن عبد الوهاب نجدی کے ذکر کو ہم ایک ولی کامل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے جگمگاتے ماہتاب، حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی کے ایک اقتباس پر ختم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔
محمد بن عبد الوهاب کے سرگرم حمایتی کو لفظ وحابی میں سب و شتم کی بو آتی ہے۔ وہ بوسب و شتم کی نہیں ہے بلکہ یہی ان ہزار ہا بندگان خدا کے ناحق خون کی بساند ہے۔ ان ہزار ہا عورتوں اور بچوں کی دل جلی آہ ہے۔ جن کاسب کچھ لوٹا گیا ہے اور سب سے زیادہ یہ ان گستاخانہ تحریرات کا اثر ہے جو تاجدار انبیاء محبوب کبریا بانفسنا ہو دبا باننا وامحانا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توحید کی حفاظت کے نام پر لکھی گئی ہیں۔ پروردگار حضرات صحابہ سے خطاب کر رہا ہے۔

ياايها الذين آمنوا لاتقولوا راعنا و قولوا انظرننا۔۔۔

یعنی تم یہودیوں کی بولی راعنا نہ بولو۔ بلکہ ادب سے انظرننا کہو۔ اور محمد بن عبد الوهاب لکھتا ہے۔

اما السابقون فاللات والعزى والسواع۔ واما اللاحقون فمحمد وعلی وعبداللقادر والکل سوا۔ (نعوذ بالله من غضبه و عقابه)

ایک بد بخت نجدی کے سامنے ایک رفیق نے سیدنا محمد ﷺ کہہ دیا۔ وہ بولا السید هو اللہ یعنی سید تو اللہ ہی ہے محمد نہیں ہیں۔ اس سے کہا گیا اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے سید آد حصار یہ سن کر وہ بے ادب خاموش ہوا۔ ایسی عبارت لکھنے والے

کا کیا حکم ہے اس کا بیان حضرات علماء کرام بیان کریں گے۔ ہم تو اس کے قائل اور اس کے معتقد سے بیزار ہیں۔ اور کہتے ہیں انہم فی سکر تمہم یعمہون اور اتنا جانتے ہیں کہ فرقہ وہابیہ اہل ابواء کے مسلک پر چل رہا ہے۔ بکیر نے نافع سے پوچھا کہ حرور یہ (خوارج) کے متعلق ابن عمر کی کیا رائے تھی؟ نافع نے کہا

"یراہم شرار خلق اللہ انہم انطلقوا الی آیات انزلت فی الکفار فجعلوها علی المومنین"

ان کے نزدیک وہ اللہ کی مخلوق میں بدترین ہیں انہوں نے ان آیات کو جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مومنوں پر راست کر دی ہیں۔ "یہی حالت محمد بن عبدالوہاب کی ہے۔ اللہ اس کے شر سے بچائے۔"

(مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان ص ۴۴)

ہندوپاک میں وہابیت

مولوی محمد اسماعیل دہلوی شاہ عبدالغنی کالچکا اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا پوتا تھا۔

۱۲۔ ربیع الاخر ۱۱۹۳ھ۔ ۳۰۔ ماچ ۱۷۷۹ء کو پیدا ہوا اور ۲۴۔ ذوالقعدہ ۱۲۳۶ھ۔ ۷۔ مئی

۱۸۳۱ء بالاکوٹ صوبہ سرحد میں قتل ہوا۔

اس مولوی اسماعیل دہلوی کے ہاتھ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تصنیف "کتاب

التوحید" لگی۔ اس نے اسی کتاب میں معمولی رد و بدل کر کے "تقویت الایمان" کے نام سے

ایک کتاب شائع کی۔ جس کی اشاعت سے ہندوپاک میں بھی وہابیت پھیلنی شروع ہوئی۔ یوں

مولوی اسماعیل دہلوی ہندوستان میں وہابیت کا مہارول ٹھہرا۔

ہم مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کی کتاب تقویت الایمان کے متعلق باب نمبر ۱ میں

مزید تفصیلات پیش نہیں کرنا چاہتے جو حضرات اس پر تفصیلی تبصرہ پڑھنا چاہتے ہوں وہ

سیدی، سندی، ابی، زبدۃ الاتقیاء فقیہ عصر حضرت مولانا علامہ مفتی ابوسعید محمد امین مدظلہ کا رسالہ "تعارف تقویۃ الایمان" اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم پیشوا، فر اولیاء حضرت مولانا علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" کا مطالعہ فرمائیں۔

میاں نذیر حسین دہلوی

میاں نذیر حسین دہلوی شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد بیان کئے جاتے ہیں۔ وہابیہ نے ان کو "شیخ الکل فی الکل" کا لقب دیا جب کہ انگریزی حکومت کی جانب سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔

(مقدمہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۷)

جب ہندوستان کے مسلمان انگریز کی مخالفت میں ۱۸۵۷ء میں سروں پر کفن باندھ کر میدان عمل میں آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ انھی میاں صاحب نے ایک انگریز زخمی میم کو اپنے گھر میں پناہ دی۔ پورے تین ماہ تک اس کی خدمت کی۔ جب انگریز نے اپنے خلاف بپا ہونے والی اس مزاحمت کو پوری طرح کچل دیا۔ میاں صاحب نے اس واقعہ کو خود بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

"جب پوری طرح امن و امان بحال ہو گیا اور حالات نارمل ہو گئے تب اس نیم جان میم کو جواب تندرست و توانا ہو چکی تھی۔ انگریزی کیپ میں پہنچا دیا جس کے عوض میں ایک ہزار تین سو روپیہ اور ایک سارٹیفکیٹ ملا۔"

(مقدمہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۹)

میاں نذیر حسین دہلوی نے بھی "وہابیت" کو تقویۃ پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

نواب صاحب بھی شاہ اسحاق دہلوی کے شاگرد بیان کئے جاتے ہیں۔ آدمی ذہین تھے۔ پھرتے پھرتے ریاست بھوپال پہنچ گئے۔ وہاں سرکاری ملازم ہو گئے، پھر انگریزوں کی مرضی و اجازت سے ان کی شادی ریاست کی والیہ سے ہو گئی۔ نواب صاحب خود لکھتے ہیں۔

"جب دوسرا سال گزارا تو نے اپنی زوجیت سے مجھے عزت و افتخار بخشا اور یہ امر باطلاع گورنمنٹ عالیہ و حسب مرضی سرکار انگلشیہ ظہور میں آیا۔ اور یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج و عزت روز افزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد الہامی سے سرفراز حاصل ہوئی اور خلعت گرامی قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ و فیل و چنور، و پالکی و شمشیر وغیرہ عنایت ہوا۔ بعد چندی خطاب نوابی و امیر الملکی و والاجاہی افسر شنگ سے سر بلندی عطا فرمائی اور اقطاع ایک لک روپیہ سال اوپر مزید مرحمت ہوئے غرض وہ آزادی قدیم اب بصورت رقیبت تبدیل ہو گئی۔ (ترجمان وحابیہ ص ۲۸)

انگریز کی اجازت و رضامندی سے ہونے والے اس نکاح کے بعد نواب صاحب پر دولت کی بارش رہنے لگی۔ پھر اسی دولت سے وہابی لٹریچر کی بھرمار ہو گئی اور نواب صاحب کی وجہ سے بھی "وہابیت" کو تقویت حاصل ہوئی۔

مولوی محمد حسین بٹالوی

مولوی محمد حسین بٹالوی بھی وہابیوں کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے انگریز حکومت کی تحریر و تقریر کے ذریعہ بہت خدمت کی۔ بہت ہوشیار اور معاملہ فہم آدمی تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لفظ "وہابی" سے مسلمانان ہند کو بے پناہ نفرت ہے تو انہوں نے انگریز حکومت کو درخواست دیکر اپنا نام "وہابی" کی بجائے "اہل حدیث" الاٹھ کرایا۔ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

”چنانچہ دعویٰ ارسال رسال مولوی محمد حسین کا سرہنری و بولیس لیفٹیننٹ گورنر بہادر
ممالک پنجاب کے اجلاس میں پیش کیا گیا تھا۔ بموجب درخواست مذکور لفٹیننٹ گورنر صاحب
موصوف نے مولوی محمد حسین کا شکریہ خیر خواہی ادا کیا لاکن کسی مصلحت سے ایلی کا روانہ
کرنا پسند نہ کیا بعد اس کے فرقہ موحدین لاہور نے صاحب بہادر موصوف کی روبکاری میں
استدعا پیش کی کہ موحدین جو لفظ بدنام وہابی سے پکارے جاتے ہیں اور اطلاق اس لفظ کا عامتہ
موحدین پر کیا جاتا ہے سو بطور سرکاری اشتہار دیا جائے کہ آئندہ فرقہ ہائے موحدین لفظ بدنام
وہابی سے نہ مخاطب کئے جائیں۔ چنانچہ لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر موصوف نے اس
درخواست کو منظور کیا اور پھر ایک اشتہار اس مضمون کا دیا گیا کہ موحدین ہند پر شبہ بد خواہی
گورنمنٹ ہند عامتہ نہ ہو اور خصوص جو لوگ کہ وہا بیان ملک ہزارہ سے نفرت ایمانی رکھتے ہوں
اور گورنمنٹ ہند کے خیر خواہ ہیں ایسے فرقہ موحدین مخاطب بہ وہابی نہ ہوں۔۔۔۔۔ غرضیکہ
مولوی محمد حسین کا طریقہ یہ ہے کہ موحدین لفظ وہابی سے نہ پکارے جائیں۔ اور خصوصی جو یہ
لفظ علامت بد خواہی گورنمنٹ ہند میں مشہور ہے اس لئے اس لفظ کا اطلاق خیر خواہان
گورنمنٹ ہند پر متروک ہو۔ فرقہ موحدین مقلد فرقہ نہیں اور لفظ وہابی نسبت تقلید کو ثابت
کرتا ہے۔ تمام ہوا ترجمہ گزٹ مذکور کا۔

(ترجمان وہابیہ ص ۶۲-۶۳)

مولوی ثناء اللہ امرتسری

وہابیوں کے مشہور مناظر گذرے ہیں۔ احسان الہی ظہیر امرتسری اس کے متعلق لکھتا

ہے۔

شیخ الاسلام والسلمین، وکیل ملۃ اسلامیہ، مناظر اسلام جن کے متعلق شیخ رشید رضا

مصری نے کہا تھا ”الرجل الالہی فی العند“

جنہوں نے تمام باطل فرقوں، قادیانیوں، آریہ، ہندو، بوس اور عیسائیوں وغیرہم کے منہ میں سکوت کی ٹام ڈال دی تھی۔ (البریلوہتہ ص ۱۷۸)

امر تسری صاحب نے قادیانیوں کی مخالفت میں کافی شہرت پائی ہے۔ لیکن مقام حیرت ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی کسی کتاب میں قادیانیوں کی تکفیر نظر سے نہیں گزری۔ جب کہ اس کے برعکس ایسی عبارتیں نظر سے گزری ہیں جن سے قادیانیوں کا مسلمان سمجھا جانا مترشح ہوتا ہے۔ مثلاً جب حافظ عبدالقادر روپڑی موجودہ امیر جماعت اہل حدیث کے چچا حافظ عبداللہ روپڑی کے ساتھ امر تسری کی چیقلش زیادہ ہی بڑھ گئی تو مولوی ثناء اللہ امر تسری نے ایک کتابچہ شائع کیا جس کا نام "مظالم روپڑی بر مظلوم امر تسری" رکھا۔ اس میں یوں تحریر کیا۔

"حافظ صاحب! آپ مجھ پر نہیں بلکہ اہل حدیث کے حال پر رحم فرما کر حدیث پیش کرتے ہوئے منکرین حدیث کے حملوں کا خیال رکھا کریں۔ کیوں؟ اس لئے کہ دشمن درگمہیں است کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو بھی کھانا کھلایا تھا اور غریب یہودیوں کو صدقہ بھی دیا تھا۔

لطیفہ! حافظ عبداللہ لور ان کے نامہ نگار کے نزدیک مستی کا دائرہ اتنا تنگ ہے کہ دائرہ اتنا تنگ نہ ہوگا۔ غیر مسلم تو مستی کی تعریف سے بالبداحت خارج ہیں۔ مسلم فرقوں میں رافضی، خارجی، معتزلہ، جہمی، قادیانی، عرشی، فرشی وغیرہ سب لوگ غیر مستی ہے۔ البتہ مستی میں تو حافظ صاحب لور ان کے نامہ نگار یا ان کے اہل بیت درگرمیج۔ پس آپ کی زکوٰۃ اور صدقہ تو صرف اپنے ہی اہل بیت کے لئے مخصوص ہوگا۔ شاید اس پنہابی مثل کے یہی معنی ہیں

اننا وندے شیرنی مرگھر گھر دیا نون

(مظالم روپڑی بر مظلوم امر تسری۔ ص ۳۷)

ظہیر کے شیخ الاسلام کے نزدیک بعض رافضی اور بعض قادیانی بھی مستحق ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ تقویٰ کی پہلی شرط ہی ایمان ہے۔ ہمارے نزدیک تو رافضی اور قادیانی خواہ لاکھ نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ عبادات بجلائیں نہ ان کی عبادت قبول اور نہ ہی دولت تقویٰ انہیں حاصل۔ کیونکہ ان میں ایمان ہی سرے سے مفقود ہے۔

سیکرٹری جمعیت مرکزیہ اہلحدیث ہند لاہور عبدالعزیز صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آپ نے چکڑالویوں کی صدارت میں تقریر کی مناظرہ کیا اس سے آپ چکڑالوی کیوں نہیں؟

آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی آپ مرزائی کیوں نہیں؟
آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟

آپ نے مرزائیوں کو عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا۔ اس سے آپ مرزائی کیوں نہیں۔ (فیصلہ مکہ ص ۳۶)
ایک اور مشہور وہابی مولوی عبدالاحد خانپوری لکھتے ہیں۔

اہل ایمان کو جاننا چاہیے کہ ضلال یعنی گمراہی دو قسم کی ہوتی ہے ایک افراط محبت و تعظیم میں اور غلو اعتقاد میں جیسے ضلال نصاریٰ اور غالین فی المخلوق مثل ضلال عباد قبور و قباب ان کی اصلاح ممکن ہے۔ اگر ان کی تعظیم کم ہو کر اعتدال پر آجاوے تو مہتمی یعنی باہدایت ہو جاویں۔

دوسری وہ گمراہی جو بے اعتقادی کے سبب سے ہو کہ نہ اللہ پر اعتقاد ہو نہ ملائکہ پر نہ کتب سماویہ پر۔ نہ رسولوں پر نہ روز قیامت پر نہ تقدیر پر، جیسے ملاحدہ، زنادقہ، پنچریہ، مرزائیہ،

قراط، باطنیہ، اسماعیلیہ، نصیریہ، فلاسفہ، دہریہ و طبائعیین کہ یہ لوگ اکفر ہیں۔ یہود و نصاریٰ سے۔ ان کی اصلاح کی کوئی امید نہیں ہے

الا ان یشاء ربی وسع ربی کل شیء علماً۔

لہذا فقہاء اسلام نے فتویٰ دیا کہ زنا دقہ کی توبہ نہیں قبول کی جاتی ان کی سزا قتل ہی ہے بعد از اذ کسی صورت وہ قتل سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ ان کی ہدایت کی کوئی امید نہیں۔ پس پہلی قسم یعنی غالبین فی التعظیم کی مثال کچی روٹی کی ہے۔ اس کی اصلاح ہو سکتی ہے اور دوسرے قسم یعنی زنادقہ کی مثال جلی ہوئی روٹی کی ہے کہ اس کی اصلاح کسی صورت سے نہیں ہو سکتی۔ لہذا ان کو قتل ہی کر دینا چاہیے تاکہ عباد و بلاد ان کے شر کے زہر سے بچیں اور ان پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جاوے اور صلال ثناء اللہ کشمیری قسم دوم سے ہے۔ یعنی بے اعتقادی کی وجہ سے۔ پس اس کی اصلاح ممکن نہیں۔

الا ان یشاء اللہ فقط والسلام۔ والحمد للہ رب العالمین۔ کتبہ اصغر العباد واضعہم عبدالاحد خانپوری مقیم راولپنڈی محلہ تالاب پختہ۔
دیباچہ الفیصلۃ الحجازیۃ السلطانیۃ۔

مولوی احسان الہی ظہیر

یہ پاکستان کی جمعیت اہل حدیث کا ناظم اعلیٰ منتخب ہوا۔ اسی نے عرب ریاستوں میں اہل سنت کو بدنام کرنے کیلئے کذب و افتراء کا پلندہ "البریلویتہ" نامی کتاب کی صورت میں تحریر کیا۔ ہم اس کے متعلق یہاں باب نمبر ۱ میں اسی کے ایک ہم مسلک وہابی مولوی کی تحریر پیش کر دیتے ہیں تاکہ اس کا کردار بھی واضح ہو جائے۔ حافظ عبدالرحمن مدنی لکھتے ہیں۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دوسروں کو کیوں مروا تے ہو۔ خود میدان میں آؤ! اگر کبھی سچ کھایا لکھا ہوتا تو چھپ کر تخریب

قارئین کو یاد ہو گا کہ احسان الہی ظہیر جس نے چند سال قبل بیت اللہ پر یلغار کرنے والے باغیوں کی حمایت میں پرزور آواز بلند کی تھی۔ حتیٰ کہ روزنامہ مشرق لاہور نے اس کے بیان کی بنیاد پر فوری ضمیمہ بھی شائع کر دیا تھا۔ کے سرپرست خاص مصر کے عبدالرحمن عبدالخالق نے مجھ سے پچاس لاکھ روپے رشوت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تو میں نے سعودی سفارتی نمائندوں کے سامنے اس کے اس رشوت مانگنے کے واقعہ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا تھا جسے نہ صرف قبول نہ کیا گیا بلکہ اس شخص نے مجلسوں سے راہ فرار اختیار کر لی تھی۔ پھر جب مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے خلاف تخریب کاری کی سازش کرتے ہوئے اسی وفد نے نام نہاد ثالثی فیصلہ کے حربہ سے جماعت اہلحدیث کی تباہی کے ذمہ دار احسان الہی ظہیر کو ایک تحریر لکھ کر دی تو شکر یہ کے طور پر احسان الہی ظہیر نے اپنے حواریوں کے ہاتھوں ریشمی تحائفوں کے گھڑا سے تحفوں کے نام پر رشوت میں پیش کئے۔ چنانچہ وفد نے اسے قبول کر کے اپنے رشوت لین دین کے کاروبار پر مہر ثبت کر دی۔ جس کا کچا چٹھا "اہلحدیث" کے ذریعہ قارئین کے سامنے آچکا ہے۔ تو احسان الہی ظہیر نے اپنے اور اپنے سرپرستوں کے کرداروں پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے دفتر کے ایک ادنیٰ ملازم کے نام سے مباہلہ کی تحریر ادارتی کالموں میں شائع کی ہے یہ تحریر سابقہ شمارہ ہفت روزہ "الاسلام" مورخہ ۱۵-۲۲ جون ۱۹۸۳ء کی تحریر کی طرح اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ یہ سب تخریب کاری اپنے حق میں بلند بانگ دعووں اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کے علاوہ اپنے زیر اہتمام پرچے میں دوسروں کے نام سے اپنی تحریر شائع کر کے یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش بھی ہے کہ پاکستان میں اس شخص کا کوئی معقول آدمی ساتھی یا حمایتی بن سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا اس شخص کی محبت میں نہیں بلکہ اس کے شر سے بچنے کے لئے اسے سلام کرنے کی روادار ہے۔ چنانچہ اس کے چھپھورے پن کا یہ عالم ہے کہ بات بات پر لوگوں

کوگالیاں دتا ہے جس کا علم اس شخص کو بھی ہے جس کے نام سے اس نے یہ مقابلہ کی تحریر خود لکھ کر شائع کروائی ہے۔ بلکہ اسے اس کا تجربہ بھی ہوگا۔ مدینہ یونیورسٹی کے سیکنڈری فارغ التحصیل پاکستانی علماء میں سے کسی ایک سے بھی اس کا کردار ڈھکا چھپا نہیں ہے اور جھوٹی شہرت کے لئے اس کی طرف سے ہر طرح کے ہتھکنڈے ان علماء کے زبان زد عام و خاص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۶۶ء میں مدینہ یونیورسٹی میں پاکستانی سٹوڈنٹس یونین کے انتخابات ہوئے تو یہ شخص عہدے کے حصول کے لئے امیدوار بنا۔ لیکن شدید عصبیت کے پروپیگنڈے کے باوجود اہلحدیثوں نے ہی اسے ووٹ نہ دیئے۔ حالانکہ کئی اہلحدیث ساتھیوں نے اہلحدیث ہونے کے ناطے اس کے لئے حمایت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن حیرت ہوتی تھی کہ طلباء اس کے نام سے بھی الراجب ہیں۔

پھر اگلے ہی سال جب ضابطہ کے تحت میں بھی یونین کا عہدیدار بن سکتا تھا (کیونکہ یونین کے قواعد و ضوابط کے مطابق یونیورسٹی کے کلیات میں دو سال گزارنا شرط تھا) مجھے اللہ کے فضل و کرم سے یہ اعزاز حاصل ہوا کہ یونیورسٹی کے پاکستانی طلباء نے مجھے بالاتفاق اپنا صدر منتخب کیا اور حافظ ثناء اللہ مدنی کو نائب صدر۔ یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ یہ انتخاب میری کسی کنوینگ یا خواہش کے بغیر بلا مقابلہ ہوا تھا حتیٰ کہ انتخاب کے وقت تک مجھے یہ بھی علم نہ تھا کہ یوں میرا نام پیش ہوگا اور مجھے صدر منتخب کر لیا جائے گا۔ یہ حقیقت محض اس لئے بیان کر دی ہے کہ چونکہ پاکستان میں میری مدنی اور علمی سرگرمیوں پر حرف گیری نہ ہو سکتی تھی لہذا اس شخص نے مدینہ یونیورسٹی میں میری پوزیشن کو مجروح کرنے کے لئے میرے فیل ہونے کا سو فیصد جھوٹ بہتان باندھا اور میری "مدنی" نسبت پر اپنے بغض باطن کا اظہار کیا ہے۔ ورنہ مجھے اس شخص کی طرح کبھی یہ شوق نہیں چرایا کہ اپنی ناموری کے لئے گیس ہانکوں، لپٹی تعریف میں خود مضمون لکھ کر دوسروں کے دستخط سے شائع کراؤں یا سستی شہرت کے لئے دوسروں کو مطعون کروں ہاں اب تحدیث نعمت کے طور پر اس شخص

کے پروپیگنڈہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ الحمد للہ نہ صرف پاکستان کے دینی مدارس اور عصری یونیورسٹیوں میں مجھے اعلیٰ پوزیشن حاصل ہوئی بلکہ مدینہ یونیورسٹی کے امتحانات میں ایسے مواقع بھی آئے کہ میں نے ۶۳ ملکوں کے طلباء سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ الحمد للہ مجھے اس شخص کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں کہ اپنی تعریف میں خود مضمون لکھ کر دوسروں کے نام سے یادوسروں سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں۔ اس سلسلہ میں میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں۔ بلکہ میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں جو خود احسان الہی ظہیر کے لئے عربی اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الہی ظہیر ان کا نام دینے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اس کے نام سے شائع ہوں؟

جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہو گا۔ چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ جب کہ یہ شکایت اس کی کتابوں میں اردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اردو عبارت کچھ ہوتی ہے اور عربی عبارت کچھ جو یونہی عربی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔ پھر یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ ہر کتاب کے اوپر احسان الہی ظہیر کے تعارف کے لئے بہترین الفاظ "ریٹس التحریر مجلہ ترجمان اہلحدیث لاہور پاکستان" طبع کئے جاتے ہیں۔ اور کون اس سے واقف نہیں کہ مجلہ ترجمان اہلحدیث ساہا سال تک نہ صرف اپنے ریٹس التحریر کی کاوش سے خالی رہتا ہے بلکہ مہینوں یہ بیچارہ ان ریٹس التحریر صاحب کی زیارت کے شرف سے بھی محروم ہی رہتا ہے۔

ایسے ہی لوگوں کی حالت کا نقشہ قرآن مجید نے یوں کھینچا ہے۔

لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا

ولاتحسبنہم بمفازة من العذاب

اے میرے نبی، جو لوگ اپنے کئے پر اتراتے ہیں اور یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی اس کام پر تعریف کی جائے جسے انہوں نے کیا ہو، تو آپ انہیں ہرگز عذاب الہی سے کامیاب گمان نہ کیجئے۔

پھر مسجد چنیا نوالی اور احسان الہی ظہیر کے سابق اہل محلہ ان دونوں کو نہیں بھولے جب یہ شخص چھوٹے بچوں کو چند کھگے بلکہ بسا اوقات روپے دے کر یہ سکھایا کرتا تھا کہ مجھے "علامہ" سمجھا کرو۔ اور اب بھی اس شخص نے کسی کی اپنی ذات سے دوستی یا دشمنی کا یہی معیار قرار دے رکھا ہے کہ کون اس کے نام سے پہلے "علامہ" لگاتا ہے اور کون نہیں لگاتا۔

بہر حال ان خود ساختہ علامہ صاحب کے کوستی سرپرستوں کو تو ہم نے مباہلہ کا چیلنج پہلے سے دے رکھا ہے اب ہم ان کے پیش کردہ نہ صرف جملہ نکات پر ان کا مباہلہ کا چیلنج قبول کرتے ہیں بلکہ ان نکات میں ان حضرات کے بدنام زنا نہ کردار کا اضافہ کر کے اس کو بھی شامل مباہلہ کرتے ہیں یعنی :-

۱۔ کیا ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک میں اس شخص نے قومی اتحاد کی جاسوسی کے عوض بھٹو حکومت سے لاکھوں روپے بطور رشوت یا برائے نام قیمت پر کئی پلاٹ اور کاروں کے پرمٹ حاصل نہ کئے تھے؟

۲۔ یورپ کے نائٹ کلبوں میں پاکستان کے یہ علامہ صاحب ریئس التمریر مجلہ ترجمان الحدیث کیا گل کھلاتے رہے ہیں؟

۳۔ اس شخص کے وہ راز ہائے دروں جو اس کی جلوتوں اور خلوتوں کے امین ساتھیوں کی شہادتوں سے منظر عام پر آنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کیا یہ ان کی صداقت کے خلاف

۴- اپنے گھر میں جوان نوکرائیوں کے قصوں کے بارے میں مباہلہ کی جرات پاتا ہے؟
 ۵- حکومت عراق سے لاکھوں روپے آپ نے کس کار خیر کے سلسلہ میں وصول فرمائے تھے؟

۶- حکومت سعودیہ کو ورغلانے کے لئے موجودہ حکومت پاکستان کی شیعہ حمایت کے بے بنیاد قصوں کے محاسبہ اور دونوں حکومتوں کے درمیان جاسوسی کے متضاد کردار کو بھی شامل مباہلہ فرمائیے۔

۷- شاہی مسجد لاہور کے حالیہ واقعہ "یارسول اللہ کانفرنس" کے سلسلہ میں حکومت پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کے لئے حکومت سعودیہ کو رپورٹیں دینے اور کوئی وفد سے طویل مجلس کو بھی عنوان مباہلہ کا شرف عنایت کیجئے۔

۸- "البریلویہ" کے نام سے عرب ممالک میں ایک عربی کتاب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت، لیکن انہی دنوں میں پاکستان کے بریلویوں سے اتحاد، جسے اخبارات نے "سہ جماعتی اتحاد" کا نام دیا۔ اسی طرح "الشیعہ و السنۃ" لکھنے کے باوجود شیعہ علماء کے لئے عرب ممالک کے ویزے کے لئے کوششیں کرنے، نیز حکومت کے ایک اعلیٰ عہدیدار کی والدہ کی وفات کی رسم قل میں شرکت، لیکن سٹیجوں پر اس رسم کو بدعت قرار دینے کو بھی موضوع مباہلہ بنا لیجئے۔

۹- ریس کورس کے لئے گھوڑوں پر شرطیں بدنے اور اس خلاف اسلام کاروبار میں شرکت پر بھی مباہلہ کے سلسلہ میں نظر کرم ہو جائے۔

۱۰- کوئی وفد کی اعلیٰ حیثیت اور ان کی طرف سے کروڑوں روپے، کے تعاون کے اعلانات کے پس پردہ حالیہ حکومت پاکستان کے خلاف اسلام دشمن سیاسی تنظیموں کی سرپرستی اور ایم۔ آر۔ ڈی کو تقویت بھی مباہلہ میں شرکت کی اجازت چاہتی ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا الزامات جناب علامہ صاحب کے خلاف سماجی اور سیاسی

حلقوں میں مشہور ہیں ان میں سے بعض رسائل و جرائد میں چھپ بھی چکے ہیں لیکن حقیقت حال کی وضاحت نہ کی گئی اور ایک چھپ میں ہزار بلائیں مثال دی گئیں۔ علاوہ ازیں ان جملہ "خدمات" کے ثبوت کے عینی شاہد ان حضرات کے منہ پر یہ باتیں بیان کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن چونکہ بات مباہلہ تک پہنچ گئی ہے اس لئے مباہلہ میں مولویت کے لبادے میں اس فتنہ پرور آدمی کے کردار سے پردہ اٹھ ہی جانا چاہیے جس کے باعث جماعت اہلحدیث کسی بھی شرعی مسئلہ میں اختلاف نہ رکھنے کے باوجود بری طرح انتشار کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔

در حقیقت مذکورہ بالا الزامات حکومت کے ریکارڈ اور عین گواہوں کی شہادتوں سے ثابت کئے جاسکتے تھے۔ لیکن احسان الہی ظہیر نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے گھناؤنے کردار کو چھپانے کے لئے خود پہلا وار کرنا مناسب سمجھا اور بوکھلا کر خود ہی مباہلہ کا چیلنج دے دیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک دھوکا ہے۔ "الاسلام" کی ساری عبارت پڑھ جائیے اس میں کوئی الزام بھی ایسا نہیں جس کے لئے مباہلہ درکار ہو۔ بلکہ ایسے الزامات کے لئے بیسیوں گواہان کا وجود ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اس نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے خلاف الزامات کے بارے میں دفاعی انداز اختیار کر کے جو شکست قبول کی تھی اسے مباہلہ کے جارحانہ چیلنج کے اندر چھپانے کی کوشش کی ہے۔ جسے ہم بخوشی قبول کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔

چنانچہ وہ کویت کے اپنے سرپرستوں کو بھی مباہلہ میں شرکت کے لئے بلا لے ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ اس مباہلہ کے ذریعے ہم سرخرو ہوں گے اور اس کے جھوٹوں اور بہتانوں نیز اس کے اپنے کردار پر ایک عظیم اجتماع گواہ ہو سکے گا۔ یوں معلوم ہوتا ہے یہ شخص جس کی دراز دستیوں اور زبان درازیوں کی ابتدا اپنے ہی باپ پر زیادتی سے ہوئی تھی۔ اپنے انجام کو جلد ہی پہنچنا چاہتا ہے۔ (حافظ عبداللہ من مدنی)

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۳۔ اگست ۱۹۸۴ء)

بریلویت کیا ہے؟ کیا مولانا احمد رضا خاں کسی نئے مذہب کے بانی ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اور وسیلہ سے اپنے بندوں کو جو دین عطا فرمایا اسے درجہ کمال تک بھی پہنچایا۔ اس دین میں کوئی کمی نور نقص باقی نہ رہنے دیا اس پر ارشاد بانی

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام
دینا

(پہ المائدہ ۳)

شاہد ہے اب جو شخص بھی دین اسلام کو ناقص سمجھ کر اس میں کمی بیشی کو جائز سمجھتا ہے وہ دائرہ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک "بریلویت" کسی نئے دین و مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن و سنت کے صحیح مفہوم پر ٹھیک ٹھیک عمل کا نام ہی بریلویت ہے۔ جو شخص ایک شوٹہ برابر بھی قرآن و سنت کی مخالفت کرتا ہے ہمارے نزدیک وہ سہا بریلوی نہیں ہے۔

مخالفتین کا طرز عمل

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی تابناک مساعی جمیلہ سے گھبرا کر مخالفتین نے اعلیٰ حضرت اور ان کے مریدین، متوسلین اور شاگردوں کو صرف اور صرف بدنام کرنے کیلئے کہیں "رضاخانی فرقہ" کے نام سے یاد کرنا شروع کیا اور کہیں "بریلوی فرقہ" کے نام سے۔ اور اس نام کو خوب خوب اچھالا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بے علم حضرات کو یہ تاثر دیا جائے کہ

یہ نیا فرقہ ہے۔ لیکن چونکہ اس عظیم المرتبت شخصیت کی تعلیمات و کردار قرآن و سنت کا چلتا پھرتا نمونہ تھا۔ عشق رسالت کا مجسمہ عوام کو اعلیٰ حضرت کی ذات میں نظر آیا اس لئے

عشاق نے اس لقب کو اپنے لئے اعزاز سمجھا۔ اب ہم عشاقان

مسلم ہیں کافروں کے مقابلہ میں

اہل سنت ہیں شیعوں اور بدعتیوں کے مقابلہ میں

بریلوی ہیں گستاخان رسول کے مقابلہ میں

اسی لئے پورے عالم اسلام میں آپ کو ان گنت اور بے شمار افراد ایسے ملیں گے جن

کے معمولات اور عقائد وہی ہیں جو اعلیٰ حضرت کے ہیں۔ خواہ انہوں نے "مولانا احمد رضا

خال" نام بھی نہ سنا ہو۔

معلوم ہوا بریلویت نہ تو کوئی نیا مذہب ہے اور نہ ہی نیا فرقہ۔۔۔ خود احسان الہی ظہیر

کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے

انها جديدة من حيث النشأة والاسم، ومن فرق شبه القارة من حيث

التكوين والهيئة، ولكنها قديمة من حيث الافكار والعقائد

یہ جماعت انہی پیدائش اور نام اور برصغیر کے فرقوں میں سے اپنی شکل و شبہت کے اعتبار

سے اگرچہ نئی ہے لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔

(البریلویتہ ص ۷)

اس عبارت میں چونکہ ظہیر نے اہل سنت و جماعت بریلوی حضرات کو افکار و عقائد

کے اعتبار سے پرانی جماعت تسلیم کر کے خود اپنی پوری کتاب کے مرکزی نقطہ (بریلوی نیا

فرقہ) کو غلط قرار دیا تھا اسی لئے استاذ العلماء حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے اس

پر بڑی خوبصورت گرفت اپنی کتاب "اندھیرے سے اجالے تک" کے صفحہ نمبر ۱۱ پر

فرمائی۔ چونکہ یہ گرفت لاجواب تھی اس لئے ظہیر کی اس کتاب کا مترجم ثاقب "ولکھنا قہرمتہ

من حیث الافکار والعقائد "کا ترجمہ شیرمادر سمجھ کو مضموم کر گیا۔

قہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی بریلویوں کے عقائد کو نیا تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے" (شمع توحید ص ۴۰)

معلوم ہوا کہ ہم اہل سنت و جماعت تو اپنے افکار و عقائد کے اعتبار سے قدیم ہیں لیکن وہابی ٹولہ ایک نیا فرقہ ہے جس کی وجہ سے فتنہ و فساد پیدا ہوا ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ہر آدمی خود کر سکتا ہے کہ آپ جس بھی وہابی کو دیکھیں گے یا تو وہ خود پہلے سنی ہو گا۔ یا اس کا باپ۔ وگرنہ اس کا دادا ضرور سنی ہو گا۔ شاید ہی کوئی ایسا وہابی برصغیر میں آپ کو ایسا نظر آئے گا جو مسلسل سات آٹھ پشتوں سے وہابی ہو۔

جب کہ الحمد للہ اس برصغیر میں اسلام لانے والے، اس کی تبلیغ کرنے والے سب کے سب مسلمان یا رسول اللہ کھنے والے تھے۔ ایصالِ ثواب کے قائل تھے اور بیس رکعت تراویح پڑھنے والے تھے۔

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں ریلوی
قدس سرہ

نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے مخلوق خدا کی ہدایت و رہنمائی کیلئے انبیاء کرام تشریف لاتے رہے۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی۔ اب کسی کے سر پر نبوت کا نورانی تاج نہیں رکھا جاتا تھا۔ لیکن مخلوق خدا تک اللہ اور اس کے پیارے محبوب علیہ السلام کا پیغام بھی پہنچاتا تھا۔ اس

مقدس مشن کیلئے علماء کرام کا انتخاب بارگاہ قدس سے ہوا۔ علماء کرام، علماء حقہ اپنی اپنی بہت اور استعداد کے مطابق تبلیغ فرماتے رہے اور فرماتے نہیں گئے۔ فجزا عنہم اللہ احسن الجزاء۔
اسی مقدس سلسلہ کی ایک عظیم کڑی کی عظمت زبان نبوت سے یوں بیان ہوئی
ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها
بیشک اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایسی شخصیت پیدا فرماتا رہے گا جو دین کی تجدید فرمائے گا (یعنی
دین کے چہرہ کو جہالت اور بدعت کے گرد و غبار سے صاف کر کے اصل دین پیش کرے
گا)۔

(ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۳۳ اول کتاب الملاحم)

ایک وہابی عالم شمس الحق عظیم آبادی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

(على راس كل مائة سنة) اي انتهائه او ابتدائه اذا قل العلم والسنّة
وكثر الجهل والبدعة۔۔۔ (من يجدد) مفعول يبعث (لها) اي لهذه الامة
(دينها) اي يبين السنّة من البدعة ويكثر العلم و ينصر اهله ويكسر
اهل البدعة ويذلهم قالوا ولا يكون الا عالماً بالعلوم الدينيّة الظاهرة
والباطنة

ہر صدی میں یعنی صدی کی انتہا یا ابتدا میں جب علم اور سنت کی قلت ہو جائے گی اور جہالت
اور بدعت کی کثرت ہوگی۔۔۔ (من يجدد) یعنی مفعول ہے۔ (لها) اس حاء ضمیر کا مرجع
(هذه الامة) ہے (و سنّا) یعنی سنت کو بدعت سے الگ کر دے گا۔ علم کی بہت زیادہ اشاعت
کرے گا۔ اہل علم کی نصرت کرے گا۔ اہل بدعت کی قوت کو توڑے گا اور انہیں ذلیل کر
کے رکھے گا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ مجدد صرف وہ ہوگا جو کہ علوم دنیویہ، علوم ظاہرہ کا بھی
عالم ہوگا اور علوم باطنیہ کا بھی (یعنی شریعت و طریقت کا جامع ہوگا) (عون العبود شرح ابوداؤد

وہابی عالم کی اس مندرجہ بالا عبارت کو پڑھیے تو آپ کے ذہن میں فوراً چند باتیں واضح ہوں گی۔

- ۱- اللہ تعالیٰ ہر صدی کی ابتداء یا انتہاء میں ایک مجدد پیدا فرمائے گا۔
- ۲- یہ مجدد سنت کے چہرہ سے بدعت کو نوچ کر پھینک دے گا۔
- ۳- علم دین کی بہت زیادہ اشاعت کرے گا اور اہل علم کی نصرت فرمائے گا۔
- ۴- اہل بدعت کی شوکت و قوت کو توڑ کر رکھ دے گا اور انہیں ذلیل و خوار کرے گا۔
- ۵- علوم دنیویہ ظاہرہ کا بھی عالم ہو گا اور علوم دنیویہ باطنیہ کا بھی۔ یعنی صدی کا مجدد بیک وقت جید عالم دین بھی ہو گا اور ولی کامل بھی۔

تیرھویں صدی کی انتہاء میں برصغیر میں جہالت اور بدعت مختلف رنگوں میں پورے جوین پر تھی کہ خداوند قدوس نے امت مسلمہ پر رحم فرمایا اور ۱۰- شوال ۱۲۷۲ھ میں ایک عظیم شخصیت پیدا ہوئی جس نے علم دین کی بے پناہ خدمت کی بدعت اور جہالت کے پرچے اڑا کر رکھ دیئے۔ یہ شخصیت، اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خاں، فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہوئی۔

ہم اس باب میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کے کمالات پر کارناموں پر مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتے۔ جو حضرات فاضل بریلوی کے تجدیدی کارناموں سے آگاہی حاصل کرنا چاہیں وہ استاذ العلماء علامہ عبدالحکیم شرف قادری پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی تالیفات کے علاوہ "انوار رضا"، "فاضل بریلوی اور امور بدعت" وغیرہ کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

امام احمد رضا اور ظہیر

امام احمد رضا خاں کے عشق رسول علی، تجدیدی کارناموں نے بارگاہ قدس میں بھی

قبولیت حاصل کی اور عوام الناس کے قلوب بھی ان کی محبت و عقیدت کے والہانہ جذبات سے لبریز ہو گئے۔ سامراج چونکہ امام احمد رضا خاں کے ہاتھوں بری طرح پٹ چکا تھا، ذلیل و خوار ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کا دل امام احمد رضا کی یہ مقبولیت دیکھ کر جل اٹھا۔ اس سامراج بدعت کی نگاہیں کسی ایسے بجنٹ کی تلاش میں اٹھیں جس میں فہم و حیا کا نام نہ ہو۔ اس مقصد کیلئے نگاہ انتخاب ظہیر کی طرف اٹھی۔ کروڑوں ریال اس کی جھولی میں ڈال کر کہا گیا چل بیٹا اٹھ اور جس طرح بھی ہو سکے امام احمد رضا کو بدنام کر کے رکھ۔ اس نے بھی "بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن" پر عمل کیا۔ وہابیت اور سامراج بجنٹوں نے مل کر کذب و افتراء کے سانچے میں ڈھال کر "البریلوتہ" نامی کتاب تیار کی اور امام احمد رضا پر مندرجہ ذیل اعتراضات کئے۔

۱۔ امام احمد رضا خاں کارنگ کالا تھا۔ ایک آنکھ بھی بے نور تھی۔

۲۔ بہت زیادہ غصہ ورتے تھے

۳۔ انگریز کے بجنٹ تھے

۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا غلام قادر بیگ کے شاگرد تھے۔ (اس لئے قادیانی اور

بریلوی ایک ہی چیز ہیں)

۵۔ اصل میں یہ شیعہ تھے تقیہ کر کے سنی بنے رہے۔

۶۔ بریلوی امام احمد رضا کو معصوم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ عصمت خاصہ نبوت ہے اس طرح یہ لوگ

دراصل اپنے امام کو نبی سمجھتے ہیں۔

یہ چند موٹے موٹے اعتراضات ہیں جو ظہیر نے امام احمد رضا کی ذات پر کئے باقی

کتاب میں اس نے اہل سنت کو مشرک اور بدعتی ثابت کرنے کی نہایت بھونڈی کوشش

کی۔

انشاء اللہ آپ آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ امام کا دامن ان تمام اعتراضات

سے پاک ہے۔ ظہیر کے الزامات کی دجیاں بھی آپ فضا نے آسمانی میں اڑتی دیکھیں گے اور آپ کا دل گواہی دے گا کہ واقعی یہ لوگ رسول اکرم ﷺ اور ان کے سچے غلاموں کی حزب اختلاف ہیں۔

۱۔ امام احمد رضا اور ان کی شکل و شباهت

نظریاتی لوگ جب بھی کسی شخصیت کو موضوع سخن بناتے ہیں تو اس کے کردار، نظریات اور افکار سے بحث کرتے ہیں۔ نہ کہ اس کی شکل و شباهت سے۔ خصوصاً اسلامی تعلیمات کی روشنی میں۔ دین اسلام میں اگر سرخ و سپید رنگ فرو مرتبہ کا اور سیاہ رنگ ذلت و رسوائی کا سبب ہوتا تو ابولہب ملعون جو رنگ و روپ میں اپنی مثال آپ تھا کبھی مردود نہ ٹھہرتا اور نہ ہی حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ جن کا رنگ کالا تھا کبھی خدا اور رسول کی مقدس بارگاہوں میں محبوب ٹھہرتے۔

اگر ظاہری آنکھوں کی موجودگی قرب خداوندی کی دلیل ہوتی اور آنکھوں کا نابینا ہونا خداوند قدوس کی بارگاہ اقدس سے بعد کی دلیل ہوتا تو نہ ابو جہل مردود ہوتا اور نہ ہی حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جنت کے حقدار ہوتے۔

خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔

(پ ۲۶ حجرات ۱۲)

بیشک اللہ کے ہاں تم سب میں سے عزت والا وہی ہے جو تم سب میں زیادہ مستحق ہے۔

خود سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان اللہ لاینظر الی اجسادکم ولا الی صورکم ولكن ینظر الی قلوبکم
بیشک اللہ تعالیٰ نہ تو تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہاری صورتوں کو لیکن وہ

تہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۱۷۔ مطبوعہ نور محمد۔ کراچی)

اگر ظہیر کے دل میں قرآن و سنت کی وقعت ہوتی تو مندرجہ بالا نصوص کے پیش نظر وہ امام احمد رضا قدس سرہ کے جسم مبارک اور شکل نورانی کے متعلق یوں گوہر فشانہ نہ کرتا لیکن سچ ہے۔ اذالم تستمی فاصنع ما شئت

اگر شکل و شباهت اور رنگ و روپ ہی حق و صداقت کا معیار ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت اہل سنت و جماعت کی قیادت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کے پاس ہے کیا وہابی مولویوں میں کوئی بھی فرد حسن و جمال اور شخصی وجاہت میں ان کا ہم پلہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو کیا وہابی مولوی صاحبان مذہب اہل سنت کو برحق قرار دینے کیلئے تیار ہیں؟

آج بھی ہندو پاک کے اکثر وہابی۔۔ اوی صاحبان کارنگ سرخ و سپید نہیں بلکہ سیاہی مائل چہرے ہیں کہ لوگ دور سے ہی ان کے چہروں پر پرٹھی ہوئی نموست کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ شیخ نجدی کی ذریت جلی آرہی ہے۔

شینو پورہ کا ایک وہابی مولوی فیصل آباد میں اولیا کرام کی عظمت کے خلاف تقریر کر رہا تھا دوران تقریر اس نے کہہ دیا کہ "داتا کو کھو کہ میری ٹانگیں توڑ کر دکھائے" اس کا ایک چچہ سن کر زور سے بولا سبحان اللہ۔ تقریر کے بعد ہی وہابی مولوی اپنے اسی چچہ کے ساتھ شینو پورہ جانے کیلئے بس پر بیٹھا راستہ میں ایک سید ٹنٹ ہو گیا اس مولوی محمد حسین شینو پوری کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور اس چچہ کی ایک۔

کیا ہمیں بھی اس واقعہ کے پیش نظر یہ کہنے کی اجازت ہے کہ "وہابی مذہب جھوٹا ہے" آج بھی سعودیہ کا سب سے بڑا مفتی اور ظہیر کا استاذ بن باز اپنے چند دوسرے مفتیوں اور قاضیوں سمیت صرف ایک آنکھ ہی سے نہیں دونوں آنکھوں سے نابینا ہے۔ اور ثناء اللہ امرتسری و دیگر اکابر وہابیہ کا استاذ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی بھی۔ تو کیا ہمیں بھی یہ

الفاظ تلووت کرنے کی اجازت ہے؟۔

من كان في هذه اعنى فهو في الاخرة اعمى واضل سبيلا۔

(پ ۱۵ بنی اسرائیل ۷۲)

استاذ العلماء حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ اس الزام کی بہت پہلے ہی یہ لکھ کر دجیاں اڑا چکے ہیں۔

”ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں۔

”منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے حضرت والا بلند قامت، خوب رو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔ وارطھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔“

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا وہ لکھتے ہیں ”ان کا نور علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا۔ فروتنی، خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔“

(اندھیرے سے اچالے تک ص ۶۹)

جہاں تک امام کی ایک آنکھ کے بے نور ہونے کے الزام کا تعلق ہے اس پر ہم سوائے لعنتہ اللہ علی الکاذبین پڑھنے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

۲۔ امام احمد رضا اور شدت

امام احمد رضا پر ایک الزام بھی ہے کہ ان کے مزاج میں بہت شدت تھی غصہ میں بہت جلد آجاتے تھے۔

ہمیں تسلیم ہے کہ آپ کے مزاج میں شدت تھی۔ لیکن یہ شدت صرف اور صرف

قرآن و سنت کے مخالفین کیلئے تھی خواہ مخالفین کا تعلق کھلے کفار سے ہو یا ان نام نہاد مسلمانوں سے جو کلمہ طیبہ پڑھ کر شان الوصیت و رسالت میں توہین کے مرتکب ہوئے۔
ہاں ہاں وہ ایسے ناہنجاروں کیلئے شمشیر بے نیام تھے بے غیرت نہ تھے۔ اور یہ شدت انہیں عاشقان رسول سے ورثہ میں ملی تھی۔ انہی عاشقان رسول ﷺ کے متعلق ارشاد ربانی ہے

والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم

(پ ۲۶ الفتح ۲۹)

اور جو لوگ محمد ﷺ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔
یہ عاشقان مصطفیٰ علیہ السلام۔ صحابہ کرام کا مقدس گروہ تھے۔ آپس میں اگرچہ انتہائی رحم دل تھے لیکن جب عظمت محبوب کریم کا معاملہ ہوتا تو تسقیص کرنے والوں کیلئے انتہائی سخت مزاج ثابت ہوتے۔

امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نرم دلی سے کون واقف نہیں لیکن صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ بن مسعود ثقفی نے سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے توہین آمیز لہجہ اختیار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق جیسا حلیم الطبع شخص بھی نہ رہ سکا اور جو کچھ فرمایا وہ ایک وحابی عالم صنفی الرحمان مبارکپوری کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

"اس پر حضرت ابوبکر نے کجالات کی شرمگاہ کا لنگھتا ہوا چمڑا چوس۔"

(الرحیق المنجم ص ۵۵۳ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

کیا ظہیر اور اس کے حواری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس غیرت ایمانی کو بھی عیب قرار دیں گے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا تھا۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (تفسیر فتح القدر

از قاضی شوکانی غیر مقلد ج ۱ ص ۴۸۴)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے ایک گستاخ رسول ابو رافع یہودی کو قتل کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۷ مطبوعہ نور محمد کراچی)

اگر ظہیر کا فلسفہ تسلیم کر لیا جائے کہ غیرت ایمانی کا مظاہرہ غصہ کی زیادتی کی دلیل ہے اور یہ عیب و نقص ہے تو صحابہ کرام پر کیا فتویٰ صادر کیا جائے گا؟

اپنے موقف میں نرمی کا مطالبہ صرف ظہیر ہی نے نہیں کیا بلکہ کفار مکہ نے بھی نبی اکرم ﷺ سے کیا تھا۔ ارشادِ بانی ہے

ودوالوتدھن فیدھنون

(پ ۲۹ القلم ۹)

اسی آیت کریمہ کا ترجمہ ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری کے قلم سے ملاحظہ ہو "چاہتے ہیں کہ تھوڑا سا تو نرم ہو جائے تو وہ بھی نرم پڑ جائیں گے۔" (تفسیر ثنائی ص ۶۸۰) معلوم ہوا کہ سچے مبلغ سے موقف میں نرمی کا مطالبہ کفار کا طریقہ ہے جب کہ گستاخان رسول کے مقابلہ میں سختی کرنا سنت صحابہ بھی ہے اور سنت الہی بھی۔

ولید بن مغیرہ کافر نے شانِ اقدس میں بک بک کی تو خداوند قدوس نے سورۃ القلم کی مقدس آیات نازل فرمائیں جن میں پہلے اپنے محبوب ﷺ کی شان بیان کی پھر گستاخوں کا ردِ مبلغ فرمایا۔ ان آیات بینات کا ترجمہ بھی مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

میں رطمن ہوں۔ قسم ہے قلم کی اور ہر اس چیز کی جو لوگ لکھتے ہیں۔ تو خدا کے فضل سے مجنون نہیں ہے اور تیرے لئے دائمی بدلہ ہے اور تو اعلیٰ خلق پر قائم ہے تو بھی دیکھے گا اور یہ بھی دیکھیں گے کہ تم سے کس کو جنون ہے۔ یقیناً تیرا پروردگار ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہدایت یابوں سے خوب واقف ہیں۔ پس تو جھٹلانے والوں کا کھانا نہ مانیو۔ چاہتے ہیں کہ تھوڑا سا تو نرم ہو جائے تو وہ بھی نرم پڑ

جائیں گے۔ قسم کھانے والے، ذلیل، اکسانے والے، ادھر ادھر لگانے والے کار خیر کو
 دکنے والے، حد سے تجاوز کرنے والے، بدکار، اکھڑ، علاوہ ازیں بد ضمیر کی مت مانیو۔ (رجمہ
 ثنائی۔ ص ۶۸۰)

امام احمد رضا خاں قدس سرہ میں یہی غیرت ایمانی تھی جس نے شان الوصیت و شان
 رسالت میں توہین کرنے والوں کو بے نقاب فرمایا چونکہ یہ توہین کرنے والے ظہیر کے
 بزرگ تھے اس لئے ظہیر کو اس گرفت میں بھی عیب نظر آیا۔

۱۔ علماء اہل سنت کا کہنا تھا کہ چونکہ سید عالم ﷺ "خاتم النبیین" ہیں اس لئے اب کوئی تمام
 صفات کمالیہ میں سید عالم ﷺ کا ہمسر کیسے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اب جس کو بھی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور ہمسر مانا جائے گا اس کو نبی بھی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ خداوند
 قدوس "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" فرما کر سلسلہ نبوت کو ختم فرما چکا ہے۔ تو اس کے
 جواب میں مولوی اسماعیل دہلوی نے کہہ دیا کہ نبی اکرم ﷺ کا ہمسر، نبی اس دنیا میں آ
 سکتا ہے۔ یہ محال نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند قدوس اس بات پر قادر ہے کہ قرآن مجید کو
 لوگوں کے دلوں سے بالکل بھلا دے۔ جب کسی بھی شخص کو قرآن حکیم کا ایک لفظ بھی یاد نہ
 ہو گا پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کمالات میں مماثل اگر دنیا میں آ بھی جائے تو کونسی
 نص کی تکذیب ہوگی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

گویا اس امام الوہابیہ کے نزدیک خداوند قدوس کی بات واقع میں تو جھوٹی ہو سکتی ہے
 لیکن یہ جرم اس وقت ثابت ہو گا جب لوگ اس جھوٹ پر مطلع ہوں۔ اب آپ دہلوی جی کی
 اصل عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"بعد اخبار ممکن ست کہ ایساں رافراموش گردانیدہ شود۔ پس قول بامکان وجود مثل
 اصلا منبر بتکذیب نصی از نصوص نگر دو سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست۔"
 (رسالہ یکروزی ص ۱۳۳)

امام احمد رضا نے اگر اس کفری عبارت پر گرفت فرمائی ہے تو غیرت ایمانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب جو شخص بھی اس کفری عبارت پر گرفت میں نرمی کا مطالبہ کرے وہ اپنا حشر خود سوچ لے۔

۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے بہ بھی کلمہ دیا

لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ حالانکہ جھوٹی باتیں گھڑنا اور فرشتوں اور نبیوں کو ان جھوٹی باتوں کی خبر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج ہے تو لازم آئے گا کہ انسان کی طاقت رحمن کی طاقت سے بڑھ جائے۔ اصل عبارت بھی ملاحظہ ہو۔

لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع والقائے آل بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرت الہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد۔

(رسالہ یکروزی ص ۱۳۵)

امام احمد رضا نے اس کفری عبارت پر گرفت کر کے کونسا جرم کیا ہے کیا واقعی جو کام بندہ کر سکتا ہے وہ خدا بھی کر سکتا ہے؟ اگر یہی بات ہے تو وہاں یہ کو مندرجہ ذیل باتیں بھی ماننی پڑیں گی۔ توبہ توبہ نقل کفر کفر نہ باشد۔

خدا کھانا کھا سکتا ہے۔ سو سکتا ہے، پاخانہ پیشاب کر سکتا ہے، راستہ بھول سکتا ہے۔ غافل بھی ہو سکتا ہے اور ظالم بھی، اپنی ناک کان کاٹ سکتا ہے، اندھا ہو سکتا ہے، گلا گھونٹ کر زہر کھا کر، ریوالور کافر کر کے، نہر دریا میں چھلانگ لگا کر خود کشی کر سکتا ہے۔ وہابیوں کے مدرسہ میں بطور طالب علم داخلہ لے سکتا ہے، انسانوں کو استاد بنا کر ان سے سزا حاصل کر سکتا ہے۔ بت پرستی کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ نعوذ باللہ من ہذہ الترافات۔
ظہیر کے حواری بتائیں کیا خداوند قدوس مذکورہ کام کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کھو کہ کر

سکتا ہے (اگر نہ کر سکے تو انسان کی طاقت غذا سے بڑھ جائے گی کہ بندہ تو یہ کام کر سکے اور خدا نہ کر سکے) تو وہاں یہ دعویٰ کفر ہوگا۔ اور اگر کہو کہ خداوند قدوس یہ کام نہیں کر سکتا تو ہم اہل سنت و جماعت کا مذہب ثابت ہو جائے گا کہ خداوند قدوس ہر جا ہے پر قادر ہے۔ یعنی جو چیزیں اس کی شان کے لائق ہیں ان پر قادر ہے لیکن جو چیزیں شان الوصیت کے منافی ہیں۔ خداوند قدوس کیلئے عیب ہیں ان چیزوں سے اس کی قدرت بھی متعلق نہیں ہے۔

۳۔ مولوی اسماعیل نے یہ بھی لکھ دیا

یعنی جس طرح اللہ صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتا دی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک سونگھنے کو، زبان چکھنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو، عقل سمجھنے کو اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دیں ہیں کہ لہذا خواہش کے مطابق ان سے کام لیتے ہیں۔ جیسے جب کچھ دیکھنے کو دل چاہا تو آنکھ کھول دی نہ چاہا تو بند کر لیں جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہو منہ میں ڈال لیا نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا سو گویا کہ ان چیزوں کے دریافت کرنے کو کنجیاں ان کو دی ہیں۔ جیسے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے نہ کھولے اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ کسی ولی و نبی کو جن و فرشتے کو پیر و شہید کو امام و امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں۔ (تقویۃ

الایمان ص ۲۹ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔)

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

دریافت کرنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابھی تک دریافت نہیں ہو اہاں اسے اختیار ہے کہ جب چاہے دریافت کر لے۔

اس خطرناک عبارت کا نتیجہ یہ ہے کہ خداوند قدوس کا علم قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔ جب امام احمد رضا خاں کے سامنے یہ خطرناک عبارت پہنچی تو انہوں نے شان الوہیت کی خاطر قلم اٹھایا۔ ظہیر کو اس حسن میں بھی عیب نظر آیا کاش وہ عظمت الوہیت پر اپنے بزرگ دہلوی جی کی عزت کو ترجیح نہ دیتا اور امام احمد رضا پر شدت کا الزام نہ عائد کرتا۔

علم الہی کے متعلق قرآن حکیم کی گواہی بھی ملاحظہ ہو

ان الله لا يخفى عليه شيء في الارض ولا في السماء۔

(پ ۳ آل عمران ۵)

ترجمہ:- اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں

يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم

(پ ۳ البقرة ۲۵۵)

ترجمہ:- جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے

وما تسقط من ورقة الا يعلمها۔

(پ ۷ الانعام ۵۹)

ترجمہ:- اور جو پتہ گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے

عالم الغيب و الشهادة۔

(پ ۷ الانعام ۷۳)

ترجمہ:- ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا

ان الله علم غيب السموات والارض۔ انه عليم بذات الصدور۔

ترجمہ:- بے شک اللہ جاننے والا ہے آسمان اور زمین کی ہر چھپی بات کا بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

قرآن حکیم میں سے یہ پانچ آیات مبارکہ اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ کائنات کی کوئی چیز کبھی بھی، کسی حالت میں بھی اللہ سے چھپ نہیں سکتی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کبھی کوئی چیز اللہ کے علم میں نہ ہو۔ لیکن ستیاناس ہو تعصب اور اکابر پرستی کا کہ جب ظہیر کے بزرگ دہلوی جی کے الفاظ

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی

شان ہے"

پر امام احمد رضا گرفت کرتے ہیں تو ظہیر چیخ اٹھتا ہے کہ احمد رضا میں شدت بہت

تھی۔

۳۔ اسماعیل دہلوی نے تو یہاں تک کہہ دیا

"ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چہارے سے بھی ذلیل ہے" (تقوتہ

الایمان ص ۲۵)

امام احمد رضا ایسا غیور مسلمان یہ پڑھ کر برداشت نہ کر سکا۔ جب اس غیث عبارت

پر گرفت فرمائی تو وہاں یہ نے شدت کا الزام عائد کر دیا۔ ہاں ہاں امام احمد رضا بھی اور ہم جیسے

گناہگار مسلمان بھی یہ پڑھ کر ضبط نہیں کر سکتے۔ اس گندے عقیدہ پر لعنت بھیجے بغیر نہیں رہ

سکتے۔ کیونکہ ہمیں پورا یقین ہے کہ محبوبان خدا بارگاہ خداوندی میں عزت والے ہیں۔ ذلیل

صرف ان سے بغض رکھتے والے ہیں۔

جب کہ اسماعیل دہلوی جو ظہیر کا ایک بڑا بزرگ ہے اس کی نظر میں تو ہر مخلوق، خواہ

وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اللہ کی شان کے آگے اتنا ذلیل ہے کہ چہارے سے بھی اتنا ذلیل نہیں ہے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس پلید اور خبیث عبارت میں انبیاء و اولیاء کا تو ذکر ہی نہیں۔ اس میں مخلوق کا ذکر ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ اس لئے کہ اسماعیل امام الوہابیہ کے نزدیک بڑی مخلوق سے مراد ہی محبوبان خدا ہیں۔ خود لکھتا ہے۔

"یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اس کو چاہیئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء امام اور امام زادے پیر اور شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔" (تقویت الایمان ص ۵۶ مطبوعہ میر محمد کراچی)

اس خبیث عبارت میں امام الوہابیہ نے تصریح کی ہے اولیاء، انبیاء، امام، امام زادے، پیر و شہید، جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں یہ سب بڑی مخلوق ہیں۔ اور صفحہ نمبر ۲۵ والی عبارت میں یہ کہہ دیا کہ "ہر مخلوق خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چہارے بھی ذلیل ہے۔"

چونکہ امام احمد رضا کو ان محبوبان خدا سے، والہانہ عقیدت تھی ان کی شان میں یہ بکو اس پڑھ کر نہ رہ سکے۔ سخت گرفت فرمائی جس پر امام الوہابیہ کا چیلہ ظہیر حین اٹھا اور کہنے لگا۔ اجی صاحب احمد رضا میں شدت بہت تھی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ کہ

ظہیر، روپڑی، سب وہابی نجدی اللہ کی شان کے آگے خنزیر، کتے، بے، اور چہارے بھی ذلیل ہیں۔ تو ظہیر کے ہمنواؤں کو غصہ آنے لگا یا نہیں۔ اگر نہیں آئے گا تو سب وہابیوں کو چاہیئے کہ مندرجہ ذیل عبارت خوبصورت فریم کروائیں۔ مساجد، مدارس، اپنے مکانات، دوکانوں پر آویزاں کریں تاکہ سبھی توحید کا ڈنکا بجے۔

احسان الہی ظہیر، عبدالقادر روپڑی، حبیب الرحمن یزدانی، شہداء اللہ امرتسری، صدیق حسن بھوپالی، نذیر حسین دہلوی، اسماعیل دہلوی اور ہر وہابی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا سب اللہ کی

شان کے آگے سوز، کتے، بے اور چھار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔

اور اگر ظہیر کے ہمنواؤں کو یہ عبارت پڑھ کر مولوی محمد سعید احمد اسعد پر غصہ آنے، گالیاں بکنے لگیں تو پھر سن لو کہ امام احمد رضا خاں بھی کوئی "بے غیرت" نہ تھے کہ اسماعیل دہلوی امام الوہابیہ کی یہ خبیث عبارت پڑھ کر تاویلیں ڈھونڈنے لگ جاتے وہ تو سچے عاشق رسول تھے۔ غیرت فاروقی کا مظہر تھے۔ وہ کیسے خاموش ہو جاتے۔ ان کے پاس حق گو قلم تھا جسے انہوں نے محبوبان خدا کی عظمت کے تحفظ کی خاطر وقف کر رکھا تھا۔ اسی قلم سے امام الوہابیہ کی گستاخیوں کے پر خچے اڑا دیئے۔

خدا کی قسم! امام احمد رضا کی یہی شدت ان کی عظمت کی دلیل ہے آئیے دیکھیں کہ قرآن حکیم محبوبان خدا کی عزت کس طرح بیان فرماتا ہے۔

۱۔ وتعزمن تشاء و تذلل من تشاء۔

(پ ۳ آل عمران ۲۶)

ترجمہ: اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر مخلوق ذلیل نہیں ہے بلکہ کچھ وہ شخصیات بھی ہیں جو بارگاہ خداوندی

میں عزت والے ہیں۔

۲۔ فالذین امنوا بہ وعزروه و نصروه و اتبعوا النور الذی انزل معہ

اولئک ہم المفلحون۔

(پ ۹ الاعراف ۱۵۷)

ترجمہ:- پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی عزت اور توقیر کئے اور اس کی مدد کئے اور جو

نور اس کے ساتھ اتر رہا ہو گا اس کی تابعداری کئے ہوں گے وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

غور فرمائیے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت بارگاہ خداوندی میں کتنی

ہے۔ اعلان خداوندی یہی ہے کہ کامیابی اسی کے قدم چومے گی جو محبوب کریم علیہ السلام کی

عزت و توقیر بجالانے گا۔

۳۔ انا ارسلنک شاهداً و مبشراً و نديراً لتؤمنوا بالله ورسوله و تعزروه و توقروه۔

(پ ۲۶۔ الفتح ۸)

ترجمہ: اے رسول ہم نے تجھ کو گواہ اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت کرو۔ اس آیت کریمہ میں خداوند قدوس نے صاف صاف ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ اس کے محبوب کی تعظیم و توقیر بجالائیں۔ اور ظاہر ہے تعظیم اسی کی کی جاتی ہے جو عزت والا ہو ذلیل کی عزت کیسے کی جاسکتی ہے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ کو ایک بار ریس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے بھی ذلیل کہا تھا (معاذ اللہ) اس کے جواب میں خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا

يقولون لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الا عزمنا الأذل۔ والله العزة و لرسوله و للمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون۔

(پ ۲۸ المنافقون ۸)

ترجمہ:۔ یہی لوگ کہتے تھے اگر ہم شہر میں گئے تو معزز لوگ ان ذلیل لوگوں کو شہر سے نکال دیں گے۔ اصل عزت اللہ تعالیٰ کی ہے اور رسول کی اور ایمانداروں کی ہے۔ مگر منافق لوگ جانتے نہیں۔

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا۔

اسمہ المسيح عيسى ابن مريم وجيهاً في الدنيا والاخرة ومن المقربين۔

(پ ۳ آل عمران ۴۵)

ترجمہ:- اس کا نام مسیح بن مریم ہوگا، دنیا اور آخرت میں بڑی عزت والا اور مقرب بندوں سے ہوگا۔

۶- حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

ياايها الذين آمنوا لاتكونوا كالذين اذوا موسى فبرأه. الله مما قالوا۔

وكان عندالله وجيهاً

(پ ۲۲ الاحزاب ۶۹)

ترجمہ:- اے مسلمانو! تم ان لوگوں کی طرح نہ بننا جنہوں نے موسیٰ کو ایذا دی تو خدا نے ان کی بے حودہ گوئی سے اس کو بری کیا اور وہ خدا کے نزدیک بڑی عزت والا تھا۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ محبوبان خدا اللہ کی بارگاہ میں

عزت والے ہیں اور جو ان کو ذلیل سمجھتے وہ خود ذلیل ہے۔ (نوٹ) مندرجہ بالا آیات کریمہ کا

ترجمہ ظہیر کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر ثنائی سے منتقل کیا گیا ہے۔

۵- ایک بد بخت نے یہ کہا کہ

"نماز پڑھتے ہوئے سرکارِ دو عالم ﷺ کا خیال کرنا اپنے بیل اور گدھے کی صورت

میں مستغرق ہونے سے بھی برا ہے۔"

جب یہ خطرناک بات امام احمد رضا تک پہنچی تو امام نے اپنی جلالت علمی اور غیرت

ایمانی سے اس باطل نظریہ کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔ ہمیں تو اپنے پروردگار کی رحمت سے

قوی امید ہے کہ وہ امام احمد رضا کو اس جہاد کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ لیکن چونکہ یہ کفری

کلمات کہنے والے، مولوی اسماعیل دہلوی۔ سید احمد بریلوی ظہیر کے اپنے بزرگ تھے۔ اس

لئے ظہیر نے یہ راگنی الاپی۔ اجی احمد رضا میں شدت بہت تھی۔

اب آئیے اس خطرناک مضمون والی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ پھر قرآن و سنت کی

تعلیقات کا مشاہدہ فرمائیے پھر فیصلہ فرمائیے کہ امام احمد رضا کی یہ گرفت درست ہے یا ظہیر کا

از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است۔ و صرف ہمت بسوئی شیخ وامثال آن از
معظمین گو جناب رسالت ماب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤخر خود است
کہ خیال آن با تعظیم واجلال بسوید ای دل انسان می چسپد بخلاف گاؤوخر کہ نہ آن قدر چسپیدگی
می بود نہ تعظیم بلکہ مہاں و محقری بود و این تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود میشود
بشرک می کشد۔ (صراط مستقیم فارسی ص ۸۶)

ترجمہ :- زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اس جیسے اور
بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت ماب ہی ہوں اپنی ہمت کو گاؤرنا اپنے بیل اور گدھے کی
صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ
انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی
ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ
شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

(صراط مستقیم اردو ص ۱۶۹)

اسماعیل دہلوی کی یہ بات متعدد وجوہ کی بناء پر غلط ہے۔

- ۱- یہ عقیدہ نہ تو کتاب اللہ سے ثابت ہے اور نہ ہی سنت رسول اللہ ﷺ سے۔ یہ عقیدہ نہ تو
صحابہ کرام کے زناہ اطہر میں مسلمانوں کا تہانہ ہی تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کے زناہ میں۔
اس لئے ظہیر اور اس کے ہمنواؤں کے اصول کے مطابق یہ گندہ عقیدہ خود بدعت ہے۔
- ۲- نمازی نماز میں دعاء مانگتا ہے اعدنا الصراط المستقیم۔ پھر نماز ہی میں اللہ کے پیاروں اور
نیک بندوں کا خیال کر کے عرض کرتا ہے۔ صراط الذین انعمت علیہم کہ یا اللہ مجھے ان نیک
بندوں کے راستہ پر چلانا جن پر تیرا انعام ہوا ہے اور قرآن حکیم ہی نے ہمیں بتایا کہ انعام
یافتہ لوگ چار ہیں

انعم الله عليهم من النبيين والصدیقین والشهداء والصالحین۔

(پہ ۵ نساء ۶۹)

جن لوگوں پر اللہ کا انعام ہوا وہ ہیں (۱) نبی۔ (۲) صدیق۔ (۳) شہید۔ (۴) صالحین۔ اب نمازی خداوند قدوس کی نماز پڑھتے ہوئے محبوبان خدا کا خیال کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ پروردگار مجھے نبیوں کے راستہ پر چلانا، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی راہ دکھلانا۔ اب یہ بالکل بدیہی امر ہے کہ نماز کے دل میں ان منعم علیہم کا ادب احترام اور تعظیم موجود ہے اسی لئے تو ان کے راستہ پر چلنے کی دعاء مانگتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ابوالوہاب یہ کہنا کہ "غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ اگر نماز میں غیر کا خیال یا تعظیم و اجلال واقعی منبر الی الشرک ہوتا تو خداوند قدوس نماز میں یہ دعاء مانگنے کا ہرگز حکم نہ فرماتا۔

۳۔ امام بخاری نے لہنی صحیح میں ایک باب قائم فرمایا ہے "باب رفع البصر الی اللام فی الصلوۃ" اور اس باب میں چند حدیثیں ذکر کی ہیں پر طیبیے اور وہابیہ کے عقیدہ پر اہانت بھیجئے۔ الف۔ عن ابی معمر قال قلنا لخباب۔ اکان رسول الله صلی الله علیہ وسلم یقرا فی الظهر والعصر۔ قال نعم فقلنا بم کنتم تعرفون ذاک قال۔ باضطراب لحيته۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۳)

ترجمہ: حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام ظہر اور عصر کی نماز پڑھاتے ہوئے قرات کیا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا ہاں۔ پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا آپ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

اس حدیث میں غور فرمائیے تو آپ پر یہ چیز واضح ہو جائے گی کہ صحابہ کرام رضوان

اللہ عظیم نماز پڑھتے ہوئے بھی چہرہ واضحیٰ کی زیارت لے رہے ہے۔ حالانکہ، میں یہی چاہیے کہ نماز میں حالت قیام میں نگاہ جانے سجدہ پر ہی ہونی چاہیے۔ اگر نماز میں سید عالم ﷺ کا خیال مبارک کرنا شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا تو مجھے رب کعبہ کی قسم صحابہ کرام کبھی نماز میں حضور ﷺ کے چہرہ انور کی طرف نہ دیکھتے۔

بد۔ عن ابی اسحاق قال سمعت عبد اللہ بن یزید یخطب قال حدثنا البراء وکان غیر کذوب انہم کانوا اذا صلوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم فرفع راسہ من الركوع قاموا قیاماً حتی یروہ قد سجد۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۲)

ترجمہ:- ابو اسحق کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن یزید کو خطاب فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ مجھے حضرت براء بن عازب نے بتایا اور وہ جھوٹے نہ تھے۔ انہوں نے فرمایا صحابہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے۔ آپ رکوع سے سر اٹھا لیتے تو وہ آپ کو کھڑے ہو کر دیکھتے رہتے یہاں تک کہ آپ سجدے میں جا لیتے (اس وقت صحابہ بھی سجدے میں جاتے)

نماز میں صحابہ کرام کا سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت کرتے رہنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب

اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

ج۔ عن عبد اللہ بن عباس قال خفت الشمس علی عبد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا یا رسول اللہ رأیناک تناولت شیئاً فی مقامک ثم رأیناک تلکعت فقال انی رأیت الجنة تناولت منہا عنقوداً ولو

اخذتہ لا کلتم منہ ما بقیت الدنیا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۳)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے دیکھا کہ آپ نماز میں اپنی جگہ پر ہی سے کسی چیز کو پکڑنے کیلئے آگے بڑھے۔ پھر آپ پیچھے ہٹے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے جنت کو دیکھا، میں اس میں سے ایک خوشہ لینے لگا اور اگر لے لیتا تو جب تک دنیا قائم ہے تم اس میں سے کھاتے رہتے۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہابی عقائد کے دشمن تھے۔ وہ نماز تو اپنے پروردگار کی پڑھتے تھے لیکن نماز میں محبت اور تعظیم کے ساتھ دیدار مصطفیٰ علیہ السلام سے مشرف ہوتے رہتے۔

۲- جنت بھی نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے اوچھل نہ تھی۔

۳- جنت سدرة المنتہی سے بھی پرے ارشاد بانی ہے

"عندھا جنتہ الماویٰ"

(پ ۲۷- النجم ۱۵)

ترجمہ:- اس سدرة کے پاس جنت الماویٰ ہے۔

یہ جنت اتنی دور ہو کر بھی مصطفیٰ کریم علیہ السلام سے دور نہ تھی۔ یہ تو اتنی قریب تھی کہ اللہ کے محبوب کا ہاتھ مبارک جنت کے خوشوں تک پہنچ رہا تھا۔ جب جنت سرکار دو عالم ﷺ سے دور نہ تھی۔ تو یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اس دنیا کے شہر اور گاؤں مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی پہنچ سے دور ہوں۔

سوال:- یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ کمال وقتی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جنت ایک مرتبہ قریب کر دی پھر بعد میں مصطفیٰ علیہ السلام کی پہنچ سے دور کر دی۔

جواب:- ایسا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وعدہ خداوندی ہے

وللاخرة خير لك من الاولى-

(پ. ۲۰- والضحی)

اے محبوب تیرے لئے ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نعمت عطا فرمائی بعد میں واپس لے لی تو پہلی گھڑی (جس میں نعمت حاصل تھی) بعد والی گھڑی (جس میں نعمت حاصل نہ تھی) سے بہتر ہو جائے گی۔ اس طرح یہ دعویٰ نص کے خلاف ہے۔

صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں

ثم اصلی قریباً منه فاسارقه النظر۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۶۲۵)

ترجمہ:- پھر میں نبی اکرم ﷺ کے قریب ہی نماز ادا کرتا اور نظریں چرا، چرا کر آپ ﷺ کو دیکھتا رہتا۔

۴۔ اگر نمازی کیلئے اللہ کے محبوب علیہ السلام کا خیال مبارک کرنا بیل اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہونے سے بھی برا ہوتا تو ہمیں کبھی نماز میں السلام علیک ایھا النبی کھینے کا حکم نہ ملتا۔

سوال:- نماز میں السلام علیک ایھا النبی بطور حکایت کہا جاتا ہے نا کہ بطریق انشاء

جواب:- یہ غلط ہے۔ نماز میں نبی اکرم ﷺ پر قصد ارادہ سے سلام عرض کیا جاتا ہے۔ کسی واقعہ کی حکایت اور تلاوت شہد میں ہرگز نہیں اس لئے کہ صحیح حدیث ہے۔

۱۔ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

کنا اذا صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ قبل عبادہ، السلام علی جبرئیل السلام علی میکائیل السلام علی فلان فلما انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقبل علینا بوجہہ قال لاتقولوا

السلام على الله فان الله هو السلام فاذا جلس احدكم في الصلوة فليقل
التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله
وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين فانه اذا قال ذلك
اصاب كل عبد صالح في السماء والارض--- متفق عليه-

(مشکوٰۃ شریف ص ۸۵- باب التشهد)

ترجمہ :- جب ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تو کہا کرتے تھے اللہ کے بندوں کی
طرف سے (اللہ کے بندوں پر سلام بھیجنے سے پہلے) اللہ پر سلام، جبرئیل پر سلام، میکائیل پر
سلام، فلاں پر سلام ہو۔ نبی اکرم ﷺ نماز سے فراغت کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے تو
ارشاد فرمایا السلام علی اللہ نہ کہا کرو اس لئے کہ اللہ تو خود سلام ہے۔ پس جب بھی تم میں سے
کوئی نماز میں بیٹھے تو یوں کہے

التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله
وبركاته السلام علينا و على عباد الله الصالحين
اللہ کے لئے تحیتیں، نمازیں اور طیب کلمے ہیں اے نبی آپ پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمتیں اور
برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔

اس لئے کہ نمازی جب یہ الفاظ کہے گا تو یہ سلام زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو
پہنچ جائے گا۔

معلوم ہوا کہ نماز میں سلام بطور حکایت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر بطور حکایت ہوتا تو
نیک بندے کو سلام کیسے پہنچتا۔

اسی حدیث کی شرح میں وہابیہ کے ایک ممتاز عالم نقیب صدیق حسن خاں نے جو کچھ
لکھا ہے۔ وہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور اہل سنت کی حقانیت کی گواہی دیں۔

وتخصیص ان حضرت صلی الله عليه وسلم بنا برعظم حق وی

برایشان ولہذا تقدیم کردند آن را بر تسلیم بر نفوس خود۔ پستر
سلام کردند بر خودہا۔

ووجہ خطاب بہ آنحضرت بجهت ابقائی این کلام ست برآنچه
در اصل بود کہ شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ و تقدس
بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطاب بہ سلام آمد پس آنحضرت
در حین تعلیم امت نیز بر همان لفظ اصل گذاشت ایشان را مذکر آن
حال گردد۔

ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان و قرۃ العین عابدان
ست در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادات و نوارانیت
و انکشاف دریں محل بیش تر و قوی تر است۔

وبعضی از عرفا قدس سرہم گفتہ اند کہ این خطاب بجهت
سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر
موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در
ذوات مصلیان موجود و حاضر ست پس مصلی باید کہ ازین معنی
آگاہ باشد و ازین شہود غافل نبود تا بہ انوار قرب و اسرار معرفت
منور و فائز گردد۔ آری شعر در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد
نیست۔ می بیمنت عیان و دعامی فرستمت۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام۔ ج ۱ ص ۲۵۹)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ کی تخصیص اس لئے ہے کہ آپ کا نمازی پر بہت بڑا حق ہے اسی
لئے نمازی خود پر سلام بھیجنے سے پہلے آپ ﷺ پر سلام عرض کرتا ہے بعد میں اپنے آپ

شب معراج اللہ تعالیٰ نے اسی طرح اپنے محبوب کو سلام کہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے تشدد کی تعظیم میں امت کو وحی الفاظ سکھائے تاکہ (شب معراج مصطفیٰ علیہ السلام کی رفعتوں کا منظر) یاد رہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام احوال میں اور تمام اوقات میں خصوصاً عبادت کی حالت میں اور اس حالت میں نورانیت اور انکشاف میں پہلے سے اصناف ہوتا ہے۔

بعض عارفین قدس سرہم نے فرمایا ہے کہ نماز میں رسول اکرم ﷺ کو اس لئے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں میں، ممکنات کے ہر ہر فرد میں جلوہ گر ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی کو چاہیے کہ اس معنی و مفہوم سے آگاہ رہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہوتا کہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے متنور اور فیضیاب ہو۔

مسئلہ حاضر و ناظر کی مفصل بحث تو انشاء اللہ عقائد کی بحث میں آنے گی۔ سر دست اتنی گذارش ہے ہم اگر سرکارِ دو عالم ﷺ کو حاضر تسلیم کریں تو ظہیر ہمیں مشرک و کافر قرار دیتا ہے۔ اور اگر یہی بات اس کا کوئی بزرگ لکھ دے تو وہ قابل تعظیم کیوں ہو جاتا ہے۔

امام غزالی ارشاد فرماتے ہیں

اور نبی ﷺ کے وجود باوجود کو دل میں حاضر کرو اور کہو السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ و برکاتہ اور دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو پہنچے گا اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کامل تر عطا فرمائیں گے۔

(احیاء العلوم اردو۔ ص ۲۷۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تشدد میں صیغہ خطاب کی جو توجیہ بیان کی ہے۔ وہ بھی ملاحظہ

ہو۔

ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحیات اذن لهم بالدخول
فی حريم الحی الذی لا يموت فقوت اعينهم بالمناجاة فنبهوا علی ان
ذلک بواسطته نبی الرحمة و بركة متابعتهم فالتفتوا فاذا الحبيب فی
حرم الحبيب حاضر فاقبلوا علیه قائلین۔ السلام علیک ایها النبی و
رحمة الله و برکاته۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۱۲ مطبوعہ لاہور)۔
ترجمہ:- نمازیوں نے جب التحیات کے ساتھ باب ملکوت کو کھولا تو انہیں حی لا موت کی
بارگاہ قدس میں حاضری کی اجازت مل گئی۔ مناجات سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ پس
بتایا گیا کہ یہ سب کچھ رحمت والے نبی کے واسطے اور آپ کی اتباع کی برکت سے ہے۔
مندرجہ بالا تحریر سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نمازیں السلام علیک ایها النبی کہنا
حکایت کے طور پر نہیں بلکہ بطریق انشاء ہے۔

۲۔ مسند امام احمد میں ہے

عن ابی مسعود عقبته بن عمرو قال اقبل رجل حتی جلس بین یدی
رسول الله صلی الله علیه وسلم و نحن عنده فقال یا رسول الله امام
السلام علیک فقد عرفناه فکیف نصلی علیک اذا نحن صلینا فی صلاتنا
صلی الله علیک قال قصمت رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی احببنا
ان الرجل لم یسئله فقال اذا انتم صلیتم علی فقولوا اللهم صل علی
محمد۔

(مسند امام احمد ج ۲ ص ۱۱۹)

ترجمہ:- حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور رسول اللہ ﷺ کے
سامنے آکر بیٹھ گیا۔ ہم آپ کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگا یا رسول اللہ ہم نے آپ

پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو پہچان لیا ہے۔ پس ہم اپنی نماز میں آپ پر درود کیسے پڑھیں۔
حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔
یہاں تک کہ ہم تنا کرنے لگ گئے کہ کاش اس آدمی نے یہ بات نہ پوچھی ہوتی۔ پھر آپ
نے ارشاد فرمایا جب تم مجھ پر درود پڑھو تو یوں کہو اللھم صل علی محمد (آخر حدیث تک)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں سلام بطور انشاء ہے ناکہ بطور حکایت و حابہ
ذللھم اللہ کی متعدد خبیث و دل آزار عبارتیں جب امام احمد رضا کے سامنے پیش ہوئیں تو
آپ نے شرعی تقاضا پورا فرمایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ چونکہ ظہیر اور اس کے حواریوں کو
شریعت سے درحقیقت چڑ ہے۔ اس لئے انہوں نے امام احمد رضا کو طعن و تشنیع کا نشانہ
بنایا۔

امام احمد رضا نے جن جن عبارتوں پر گرفت فرمائی ان کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہے
تاہم مندرجہ بالا پانچ خطرناک عبارتوں اور ان کے مضمرات پڑھ کر آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ
امام کی شدت صرف حق کیلئے ہی تھی۔

امام احمد رضا اور انگریز

ظہیر نے امام احمد رضا کی کردار کشی کرتے ہوئے ان کو انگریز کا بھنٹ قرار دینے سے
بھی دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

اس وقت ضرورت تھی اتفاق و اتحاد کی۔ مل جل کر جدوجہد کرنے کی، ایک پرچم تلے
متحد ہو کر انگریزی استعمار کو ختم کرنے کی۔ مگر استعمار یہ نہ چاہتا تھا۔ ایک دوسرے کے
خلاف محاذ آرا کرنا چاہتا تھا۔ وہ مسلمانوں کو باہم دست و گریبان دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کیلئے
اسے چند افراد درکار تھے۔ جو ان کے بھنٹ بن کر مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں۔ انہیں
ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیں۔ ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان کی قوت و

شوکت کو کمزور کر دیں۔ اس مقصد کے لئے انگریزوں نے مختلف اشخاص کو منتخب کیا۔ جن میں مرزا غلام احمد قادیانی اور جناب بریلوی کے مخالفین کے مطابق احمد رضا خاں بریلوی صاحب سرفہرست تھے۔

(بریلویت مترجم ص ۷۳)

نیز لکھا۔ "فرق سد" یعنی لڑاؤ اور حکومت کرو کی مشہور انگریزی پالیسی کو کامیاب کرنے کے لئے استعمار نے جناب احمد رضا خاں صاحب کو استعمال کیا تاکہ وہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا بیج بو کر ان کے اتحاد کو ہمیشہ کیلئے پارہ پارہ کر دیں۔

اور عین اس وقت جب انگریزوں کے مخالفین ان کی حکومت سے نبرد آزما تھے اور جہاد میں مصروف تھے۔ جناب احمد رضا نے ان جملہ مسلم راہنمایان کا نام لے کر تکفیر کی جنموں۔ آزادی کی تحریک کے کسی شعبے میں بھی حصہ لیا۔

(بریلویت مترجم ص ۷۶)

ظہیر نے امام احمد رضا کو انگریزوں کا ایجنٹ ثابت کرنے کیلئے مندرجہ بالا اقتباسات میں دو باتیں کھئی ہیں۔

۱۔ جناب رضا نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا اور انگریزی حکومت میں مسلمانوں کے مابین انتشار پیدا کرنے والا انگریزی راج کی تقویت کا سبب بن کر انگریزوں کا ایجنٹ ہونے کا ثبوت فراہم کر گیا۔

۲۔ جناب رضا نے انہی لوگوں کی تکفیر کی جو انگریزی راج کے مخالف تھے۔ یوں انہوں نے انگریزوں کے دشمنوں کی مخالفت کر کے انگریزوں کو قوت دی۔

ان مندرجہ بالا دونوں باتوں کی حقیقت تو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ سر دست ظہیر کے اس عنوان پر مزید دلائل بھی ملاحظہ ہوں تاکہ بحث مکمل ہونے کے بعد صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں آسانی رہے۔ چنانچہ ظہیر رقم طراز ہے۔

"چونکہ فسرعاً جہاد آزادی کا دارو مدار ہندوستان کے دارالہرب ہونے پر تھا۔ اکابرین ملت اسلامیہ ہندوستان کو دارالہرب قرار دے چکے تھے احمد رضا صاحب نے اس بناء پر جہاد کو منہدم کرنے کے لئے یہ فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے اور اس کے لئے ۲۰ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" یعنی اکابرین کو ہندوستان کے دارالاسلام ہونے سے آگاہ کیا۔"

(بریلویت مترجم ص ۷۷)

ظہیر نے امام کو انگریز کا بھجٹ قرار دینے کیلئے دو دلائل مزید دیئے ہیں۔

۱۔ انہوں نے تحریک خلافت کی مخالفت کی۔ ۲۔ تحریک ترک موالات کی بھی مخالفت میں پورا زور لگا دیا۔

یوں ظہیر نے امام پر پانچ دلائل کی بنیاد پر انگریز بھجٹی کی تہمت دہری اب ہم ان پانچوں اعتراضات کی حقیقت عرض کرتے ہیں۔ خداوند قدوس کی رحمت کاملہ سے امید واثق ہے کہ ظہیر کا کذب و افتراء پر مبنی "امام پر انگریز بھجٹی کا الزام" پادر ہوا ثابت ہو جائے گا۔ ظہیر کا پہلا الزام یہ تھا کہ امام احمد رضا نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا تا کہ انگریز مسلمانوں کی آپس میں لڑائی کی وجہ سے آرام سے حکومت کرتا رہے۔

اس بات سے تو ہم بھی اتفاق کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان انتشار پیدا کرنے والا کفار اور شیطان کا ہی بھجٹ ہوتا ہے، عباد الرحمن کے زمرہ میں شامل نہیں ہوتا۔ اگر امام احمد رضا نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا ہو تو ظہیر کا الزام درست ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے والے ظہیر کے اپنے بزرگ تھے اور امام احمد رضا ان مفسدین کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر اپنی قوت ایمانی سے اسلام کے جھنڈے کو تمام کر کھڑے تھے تو امام "حزب اللہ" کے ایک فرد جلیل قرار پائیں گے اور ظہیر اور اس کے حواری "حزب الشیطان" کے۔

امام احمد رضا پر انتشار پھیلانے کا الزام اس وقت ثابت ہو سکتا تھا جب امام کسی نئے عقیدہ کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے۔ نتیجتاً کچھ لوگ امام کے ساتھ ہو جاتے اور کچھ مخالف۔ یوں باہمی جھگڑے اور انتشار کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

المحدث ہم پورے دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا نے مسلمانوں کے سامنے کوئی نیا عقیدہ ہرگز ہرگز پیش نہیں کیا۔ بلکہ نئے عقائد پیش کرنے والوں کا پوری قوت سے مقابلہ کیا ہے۔

ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری کی گواہی ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجئے "امرتسری میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔" (شمع توحید ص ۴۰)

شیخ محمد اکرام امام احمد رضا کے متعلق لکھتے ہیں "انہوں نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔" (موج کوثر ص ۷۰)

ایک اور روحانی عالم سلیمان ندوی لکھتے ہیں تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔ (حیات شہلی ص ۴۶)

معلوم ہوا کہ امام پر انتشار کا الزام غلط ہے۔ امام نے تو انتشار پھیلانے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔

اب آئیے دیکھیں کہ انتشار پھیلانے والے لوگ کون تھے اور ان کے نام کی مالا کون چپ رہا ہے۔

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

خان صاحب نے فرمایا مولوی اسماعیل صاحب نے تفویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خاں خواجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب، مولوی عبدالمی صاحب، شاہ اسحاق صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی، مومن خاں، عبد اللہ خاں علوی (استاذ امام بخش صہبائی و مولانا مملوک علی صاحب) بھی تھے اور ان کے سامنے تفویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذراتیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک حنفی تھے جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا۔ لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لئے میں اس کام سے معذور ہو گیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں۔ اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لٹبرٹ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۷۳)

اس عبارت کو ایک بار پھر غور سے پڑھیے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ برصغیر میں انتشار کی بنیاد مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کی کتاب "تفویۃ الایمان" نے ڈالی ہے نہ کہ امام احمد رضا نے نیز اس انتشار کا فائدہ اسماعیل دہلوی نے کس کو پہنچایا یہ بھی وہابیہ کے انتہائی اہم فرد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر باسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ نواب صاحب اسماعیل دہلوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"انہوں نے اپنی کسی کتاب میں مسئلہ جہاد کا نہیں لکھا چہ جائیکہ ذکر جہاد باسرکار عالیہ

انگریزی۔ بلکہ سرکار نے ان کی نسبت معاملہ قدر شناسی کا اس وقت میں فرمایا۔ چنانچہ تحریر سید احمد خاں نیپر سے بھی ثابت ہے اگرچہ بہت سے مفیدین نے جن کا شمار فسق و فجور تھا ان کے مقابلہ میں بہت کوششیں کیں۔ مگر حکام انگریزی نے اس کی سماعت نہیں کی اور نہ کبھی ان سے تعرض کیا۔

(ترجمانِ وہابیہ ص ۱۱)

ریٹس الوہابیہ نواب صدیق حسن بھوپالی کے اس اقرار و اعتراف نے "انگریز بھجنٹی" کا سارا راز کھول کر رکھ دیا کہ برصغیر میں انگریز کا بھجنٹ مولوی اسماعیل دہلوی تھا نہ کہ امام احمد رضا اس لئے کہ انگریزی سرکار نے "معاملہ قدر شناسی کا" مولوی اسماعیل دہلوی کے ساتھ فرمایا۔ کیونکہ اسی دہلوی جی نے "لڑاؤ، حکومت کرو" کی پالیسی کو کامیاب کرنے کیلئے دن رات ایک کر دیا تھا۔

ظہیر نے امام احمد رضا کی "انگریز بھجنٹی" پر جو دوسری دلیل پیش کی ہے وہ یہ کہ جناب رضا نے انہی مسلم راہنماؤں کی تکفیر کی ہے جو انگریزی سرکار کی مخالفت میں سرگرم عمل تھے۔ یوں انہوں نے انگریز کے دشمنوں کو کمزور کر کے انگریز حکومت کو فائدہ پہنچایا۔ اسے کہتے ہیں "دن دیہاڑے علمی ڈاکہ و خیانت" یا یوں کہہ لیجئے چور بھی کھے چور، چور، چور۔

جناب امام احمد رضا نے جن نام نہاد مسلمانوں، ظاہری طور پر کلمہ پڑھنے والوں کے چہرہ سے نقاب اٹھا کر ان کی اندرونی "نجاست کفر" کو عام مسلمانوں کے سامنے ظاہر فرمایا وہ مندرجہ ذیل لوگ تھے۔

- ۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی۔ ۳۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی۔
- ۴۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ۵۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، ۶۔ مولوی اشرف علی تھانوی (اور جو شخص بھی مندرجہ بالا چھ اشخاص کے کفر پر مطلع ہو کر پھر بھی ان کی تعریف کرے ان کے

کفر کو کفر نہ کہے وہ بھی اسی شرعی فتویٰ کی زد میں آجائے گا) ۷۰
 اب ہم ظہیر اور اس کے چیلوں چانٹوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ ان چھ میں سے کون
 تاجو انگریزی سرکار کی مخالفت میں سرگرم عمل تھا۔

مرزا قادیانی نے خود دعویٰ کیا کہ میں نے انگریز کی حمایت میں جہاد کی مخالفت میں
 پچاس الماری کتابیں لکھیں ہیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی پر بقول نواب صدیق حسن بھوپالی انگریز کا "دست شقت" رہا
 کہ "سرکار نے ان کی نسبت معاملہ قدر شناسی کا اس وقت میں فرمایا۔"

(ترجمان وصابیہ ص ۱۱)

کیا مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیشوی اور
 مولوی اشرف علی صاحبان میں سے کوئی بھی انگریز کے خلاف سرگرم عمل تھا۔ کہیں ایسا تو
 نہیں کہ ان لوگوں میں سے کوئی تو انگریزی سرکار کو اپنا مالک قرار دیتا رہا ہو اور کوئی اس زمانہ
 میں چھ صد روپیہ ماہوار انگریزی حکومت سے وظیفہ حاصل کرتا رہا ہو۔

معلوم ہوا کہ ظہیر کے اپنے اصول کے مطابق امام احمد رضا "انگریز کے ابھٹ" نہ تھے
 بلکہ انگریز کے پٹھوں، چھپوں اور کڑھوں کی تکفیر کر کے انگریز کے دوستوں کو کمزور کر کے
 انگریز حکومت کی مخالفت فرمائی۔

ظہیر نے امام کی انگریز ابھٹ ثابت کرنے کیلئے تیسری دلیل یہ دی تھی کہ "چونکہ
 شرعاً جہاد آزادی کا دار و مدار ہندوستان کے دار الحرب ہونے پر تھا۔ لیکن جناب رضوانے اسے
 دار الحرب کی بجائے دارالاسلام قرار دیا۔"

اس تیسری دلیل کا بھی حشر ملاحظہ فرمائیے۔

انگریز حکومت کے خلاف جہاد کے متعلق رینس الوصابیہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی
 کی رائے ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں۔

”رہے مناقب جہاد کے اور اس کی فضیلتیں قرآن اور کتب دین میں بھری ہوئی ہیں اور ان کے ترجمہ سارے جہان میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر چھوٹا بڑا، عورت و مرد، گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں فارسی اور اردو اور عربی میں پڑھتا ہے بلکہ کوئی گاؤں اور شہر شاید اس سے خالی نہیں۔“

مگر اس پر ثواب کا ملنا اور اجر کا حاصل ہونا جب ہی ہے کہ اس کی شرطیں جو شریعت میں مقرر ہیں وہ سب پائی جاویں اور اسباب و احکام اس کے موجود ہوں اور آجکل عام مسلمان جن کو علم و فہم سے بہرہ بلکہ اکثر ارباب دول و حکومت جنہیں اسلام کی خوبیوں اور ایمان کی باتوں سے بالکل واقفیت نہیں جس کو جہاد سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں فتنہ کے سوا اور کچھ نہیں اور کوئی اہل علم اور ارباب عقل سے اس کا قائل اور معترف نہیں۔ چنانچہ ایام غدر میں جو ملک ہندوستان میں بعضے راجہ بابو اور بہت سے نام کے نواب و امراء بنام نہاد جہاد ہندوستان کے امن و امان میں خلل انداز ہوئے اور انہوں نے لڑائی بھڑائی کا بازار گرم کیا اور یہاں تک کہ ان کے فساد و عناد کی نوبت پہنچی کہ عورتوں اور بچوں کو جو کسی شریعت میں واجب القتل نہیں ہیں بے تامل چیر پھاڑ کر پھینک دیا۔ افسوس صد افسوس حالانکہ اسلام میں تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ کام خلاف شرع محمدی ہے اور کسی فرقہ اسلامیہ میں ہرگز جائز و روا نہیں۔ اور جو آج کل ایسا فتنہ برپا کرے وہ بھی ایسا ہی فتنہ پرداز اور از انجام تا آغاز اسلام میں دھبا لگانے والا ہے۔

اس لئے کہ علماء و اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام و الامتاق فرنگ، فرماں روا ہیں۔ اس وقت سے یہ ملک دار الحرب ہے یا دار الاسلام۔ حنفیہ جن سے یہ ملک بالکل بھرا ہوا ہے ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دار الاسلام ہے اور جب یہ ملک دار الاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی۔ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔

اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالہرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں۔ جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہوں غرض یہ کہ دارالہرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک ہرگز جائز نہیں۔

علاوہ اس کے جہاد میں بڑی شرط تو یہ ہے کہ ایسے لام عادل، عالم کامل، صاحب فہم و فراست، دانشمند کے ہاتھ پر بیعت کی جاوے کہ جس میں شرائط امامت بخوبی موجود ہوں اور اس ملک کے مرد ذی ہوش و معاملہ دان و عقلمند اس کی امامت کو پسند فرماویں اور اس کو برضا و رغبت خود بلا جبر و اکراہ اپنے اوپر بیعت عام کر کے حاکم بناویں اور اس لڑائی بھڑائی میں لڑکوں اور بچوں اور عورتوں اور بوڑھوں اور ضعیفوں کو قتل نہ کریں۔ اور اگر پھر دوسرا شخص دعویٰ امامت کرنے تو باغی اور مفید قرار دیا جاوے اور واجب القتل ہو اور یہ سب شرطیں غدر میں یک قلم مفقود اور غیر موجود تھیں، بلکہ ہر ملک و شہر میں جس کا جی چاہا اور اس کو دوسرے سرداری نے گھیرا وہی سرکا سے باغی ہو کر لڑنے کو ٹھہر گیا اور اس لڑائی کو جہاد ٹھہرایا۔ حالانکہ وہ جہاد نہ تھا سر اسر فتنہ تھا۔ غرض شریعت اسلام کی بناء پر مسلمانان ہند کو ایسی حالت موجودہ پر کہ امن و امان خلافت اور رفاہ عوام بخوبی قائم ہے اور ہر ایک کو اپنے امور مذہبی کے اجراء کیلئے بموجب اشتہار گورنمنٹ مجریہ دربار قیصری دہلی کسی طرح کی مزاحمت اور مخالفت سرکار انگلشیہ سے مطلقاً نہیں۔ جہاد خیال کرنا خبط ہے اور جو ہر بونکیوں کی طرح بے فائدہ مار پیٹ کا اور لوٹ مار کا بازار گرم کرے اور اس کو جہاد کہے وہ بالکل شریعت کے خلاف عامل ہے۔ اور مفت ناحق جان و مال لوگوں کا ضائع کرتا ہے اور عزت و آبرو گنواتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ کسی عمل پر ثواب نہیں ملتا جب تک وہ خالص خدا کے واسطے اور موافق شرع شریف کے نہ ہو اور جب تک شریعت کے موافق نہ ہو اور خالص

اللہ کیلئے نہ ہو تب تک دونوں جہان کا زیاں اور جان و مال کا نقصان تصور کیا جاتا ہے۔
ہم کو بڑا تعجب آتا ہے ان لوگوں پر جنہوں نے غدر میں بغیر وجود شرائط کے اور
بغیر وجود امام کے اور بغیر اتباع شرع کے باوجود قتل کرنے لڑکوں اور عورتوں کے جو محض
بے گناہ اور معصوم تھے کیونکر فتویٰ دے دیا کہ یہ ہر بونگ جاہلوں اور بھبر مفسدوں کا اور
جنگھٹا بے وقوفوں کا جہاد ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ فتویٰ کس قرآن سے نکالا
اور کونسی حدیث سے ثابت کیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ اکثر حاکم اس وقت میں راجہ بابو اور ہند
کے ہندو تھے کہ ان کی امامت مسلمانوں کے کسی فرقہ کے نزدیک جائز نہیں اور اکثر لوگ
جنہوں نے اس وقت فساد و غدر میں حکام انگلشیہ سے مقابلہ کیا ہندو مذہب تھے کہ شراکت ان
کی جہاد میں اور مدد لینا ان سے ہرگز جائز نہیں یہ بات صاف حدیث میں آئی ہے۔ پس اگر ہم
اس کو مان بھی لیں کہ وہ سب اسلام کا نام لیتے تھے۔ تو بھی جب تک دار الحرب سے باہر جا کر
کسی دارالاسلام کو اپنا وطن اور مسکن نہ ٹھہرا دیں اور کسی امام کو جو شرائط امامت اپنی ذات میں
رکھتا ہو اپنا امام اور حاکم مقرر کریں تب تک جہاد کا نام محض خبط ہے اور ایسا امام جو اسلام
کے شرائط رکھتا ہو اس وقت میں حکم کیسیا و عنقا کار رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اہل اسلام
میں اس وقت فرما زوا اور حکمران ہیں ان میں سے ایک بھی امامت کی صفتوں سے موصوف
نہیں اور سلطنت اور حکومت کی شرطوں اور آداب اور احکام سے معروف نہیں۔"

(ترجمان و حابہ ص ۱۵-۱۶-۱۷)

انہی نواب صاحب ریئس الوہابہ نے اپنے مدعا کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ تحریر
کیا۔

"اس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ جو لڑائیاں غدر میں واقع ہوئیں وہ ہرگز جہاد شرعی
نہیں اور کیونکہ وہ جہاد شرعی ہو سکتا ہے کہ جو امن و امان خلائق کا اور راحت و رفاہ مخلوق کا
حکومت حکام انگلشیہ سے زمین ہند میں قائم تھا اس میں بڑا خلل واقع ہو گیا یہاں تک بوجہ بے

اعتباری رعایا نوکری کا ملنا محال ہو گیا اور جان و مال و آبرو کا بچانا و مہم و خیال ہو گیا۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں حکام کے عدل کا بیان کیا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر فریعت اسلام کے موافق عدل نہ ہو سکے تو حکام فرنگ کی طرح تو امن و امان رعایا اور اصلاح و درستگی برائیاں کا لحاظ رکھا جاوے غرض ان کی گواہی سے بخوبی معلوم ہوا کہ درستی ملک اور صفائی راہ اور رفاہ عوام اور امن و خلعت اور امان مخلوق اور راحت رسانی رعیت اور آرام و دھی بریت میں کام فرنگ کا مثل اور نظیر اس وقت میں ہرگز نہیں اگرچہ ہر وقت کے ملا اور مفتی خوشامد کی راہ سے باتیں بتاتے ہیں اور ہر کسی کو اچھا بتاتے ہیں۔ مگر میری نظر میں جو راجح اور صحیح معلوم ہوا وہ لکھ دیا۔ قبول و ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔

(ترجمان و ہا بیہ ص ۱۸)

مندرجہ بالا طویل عبارات کو ایک بار پھر غور سے پڑھیے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ظہیر نے کس دیدہ دلیری سے اپنے بزرگوں کا جرم امام احمد رضا کے سر پر تھوپنے کی کوشش کی ہے امام نے تو ملک ہندوستان کے متعلق شرعی نقطہ نظر کا اظہار کیا تھا کہ اسے دارالہرب نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ یہ ملک "دارالاسلام" ہے۔ امام نے انگریز حکومت کے خلاف نفرت کا اظہار کرنے سے کبھی نہیں روکا۔ بلکہ ہمیشہ بر ملا اس حکومت کے خلاف لہنی نفرت کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ لیکن افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو خود تو تحقیق کے میدان میں قدم رکھتے نہیں بلکہ ظہیر جیسے کذابوں کی تحریرات کو ہی حق سمجھ کر اہل حق سے عناد شروع کر دیتے ہیں۔ صحیح صورت حال یہی ہے کہ خود وہابیوں نے انگریز کی خوشامد کی ہے۔ اس کی حکومت کو مضبوط بنانے کی کوشش کی ہے۔

اگر اب بھی کسی کو ہمارے اس دعویٰ میں شک ہو تو ہم ظہیر کے ایک اور بزرگ "مولوی محمد حسین بٹالوی" کی ایک کتاب "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کے چند اقتباسات پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ معاملہ کی نوعیت بکھر کر سامنے آجائے۔ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں۔

۱۔ لہذا بعد یہ رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد میں دو غرضیں پیش نظر رکھ کر تالیف کیا ہے۔ اول یہ کہ ناواقف اہل اسلام جہاد کے متعلق مسائل و شروط اسلام سے واقف ہوں اور اقوام غیر سے جنگ کرنے کو صرف اس نظر سے کہ وہ مخالف اسلام ہیں شرعی جہاد سمجھ کر اس میں شامل ہونے کو دین نہ سمجھ لیں۔ جب تک کہ اس جنگ میں ان شرائط کا وجود جو شرعی جہاد کیلئے اسلام میں مقرر ہیں ثابت نہ کر لیں اور اس تحقیق شرائط و علم مسائل کے ذریعہ سے وہ ہمیشہ بلوے و فساد سے بچے رہیں نہ اپنے جان و مال کو بے موقع تلف کریں اور نہ لوگوں کی ناحق خونریزی کریں۔

دوسری غرض یہ کہ اقوام غیر اور گورنمنٹ جن کے ظل حمایت میں اہل اسلام کی نسبت یہ گمان نہ کریں کہ صرف مذہبی مخالفت کی نظر سے اقوام غیر کے ساتھ لڑنا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا اور لوگوں کو جبراً مسلمان بنانا اور زور شمشیر سے اسلام پھیلانا ان کے مذہب اسلام کی ہدایت سے ہے۔

ان دونوں غرضوں کا نتیجہ یہ ایک غرض ہے کہ حاکم و محکوم اور عام رعایا اور خاص اہل اسلام میں رابطہ اتحاد پیدا ہو اور ملک میں ہمیشہ امن و امان قائم رہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۱-۲)

۲۔ نتیجہ مسئلہ اولیٰ

اس مسئلہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام و ایمان کا کمال اور مسلمانوں کی نجات جہاد پر موقوف و منحصر نہیں مسلمانوں کو اگر دین سے روک نہ تو صرف عبادت سے ان کی نجات و کمال ایمان متصور ہے۔ لہذا اقوام غیر کا مسلمانوں کی نسبت یہ گمان کہ جو ان میں پکا اور مذہب کا سچا ہو گا وہ اپنے مخالفین مذہب سے جہاد کرنے کا ضرور ارادہ رکھتا ہو گا۔ محض غلط و بہتان ہے۔ جو مذہب اسلام سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۹)

مسئلہ دوم اور اس کے دلائل آیات و احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اقوام غیر کا مذہب اسلام کی نسبت یہ گمان کہ وہ صرف مذہبی ناگواری سے لڑنا سکھاتا اور جبراً اپنی تسلیم و اشاعت چاہتا ہے غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی۔

(۲)۔ ایسا ہی بعض ناواقف مسلمانوں کا ہر ایک مخالف مذہب سے صرف مخالفت مذہبی کی نظر سے لڑنا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا (جیسا کہ سرحدی ناواقف مسلمانوں کا دستور ہے) غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی۔

(۳)۔ جو مخالفین اسلام کسی کے مذہب سے تعرض کرنا جائز نہ سمجھیں اور اس امر کو خواہ بمقتضائے مہانت خواہ بہ ہدایت مذہب خواہ بحکم عقل و اصول سلطنت بہت برا سمجھیں (جیسا کہ برٹش گورنمنٹ کا حال و چال ہے) ان سے مذہبی جہاد کرنا ہرگز جائز نہیں۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۱۸)

۴۔ تیسرا مسئلہ

جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر یا ملک "دار الحرب" نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پالیا ہو (جیسا کہ ملک ہندوستان ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعائر اسلام کی آزادی رہے وہ بحکم حالت قدیم "دار الاسلام" کہلاتا ہے اور اگر وہ قدیم سے اقوام غیر کے قبضہ و تسلط میں ہو۔ مسلمانوں کو ان ہی لوگوں کی طرف سے ادائے شعائر مذہبی کی آزادی ملی ہو تو وہ بھی دار الاسلام اور کم سے کم دار السلام و اللان" کے نام سے موسوم ہونے کا مستحق ہے۔ ان دونوں حالتوں اور ناموں کے وقت اس شہر یا ملک پر مسلمانوں کو چڑھائی کرنا اور اس کو جہاد مذہبی سمجھنا جائز نہیں ہے اور جو مسلمان اس ملک یا شہر میں با امن رہتے ہوں ان کو اس ملک یا شہر سے ہجرت کرنا واجب نہیں بلکہ اور ملکوں یا شہروں سے (متبرک

کیوں نہ ہوں) جہاں ان کو امن و آزادی حاصل نہ ہو، ہجرت کر کے اس ملک میں آ رہنا موجب قربت و ثواب ہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۱۹)

۵۔ مسئلہ سوم کے نتائج

(۱)۔ اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالاسلام ہے۔ اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا مہدی سودان ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا جائز نہیں۔ (اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۲۵)

۶۔ مسئلہ چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کے نتائج

ان مسائل اربعہ اور ان کے دلائل کے نتائج بیان کرنے سے پہلے دو امر واقعی نفس الامری کا بیان ضروری ہے۔

امر اول یہ کہ ملک ہندوستان پر برٹش گورنمنٹ کا پورا قبضہ و تسلط ہے۔ کوئی ذی شوکت سلطنت اس قبضہ و تسلط کی مزاحم نہیں ہے۔

امر دوم یہ کہ مسلمان جو ہندوستان میں اقامت گزین ہیں تین قسم میں منقسم ہیں۔

قسم اول :- اسلامی ریاستوں کے رینس با اختیار (جیسے رینس ٹونک، رینس رام پور، رینس بھوپال، رینس حیدرآباد وغیرہ)

دوم :- ان رینسوں کی ماتحت رعایا

قسم سوم :- خاص برٹش گورنمنٹ کی رعایا جو کسی اسلامی ریاست کے ماتحت نہیں ان تینوں اقسام سے ہر ایک برٹش گورنمنٹ سے دوستی و ترک مقابلہ و لڑائی کا عہد ہو چکا ہے۔

قسم اول نے تو گورنمنٹ سے صریح لفظی اور حقیقی عہد لکھ دیا ہے کہ وہ گورنمنٹ سے کبھی مخالفت نہ کریں گے اور ہمیشہ اس کے مددگار رہیں گے اور ایسا ہی اس وقت تک وہ

کرتے رہے، میں قسم دوم کا عہد ان کے ریٹوں کے عہد میں داخل و شامل ہے۔ یہ امر اس حدیث بخاری سے ثابت ہوتا ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ کبھی مسلمانوں کا ذمہ ایک ہوتا ہے۔ ادنیٰ شخص کسی سے عہد کر لے اور لڑنے مارنے سے امان دے تو اوروں کو اس عہد کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ پس چہ جائیکہ اعلیٰ طبقہ قوم کے ریٹوں اور سرداروں نے کسی کو عہد و امان دیدیا ہو۔

قسم ثالث سے بعض اشخاص کا تو صریح لفظی اور حقیقی عہد ہو چکا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تحریر اور تقریراً حاضر و غائب خیر خواہی و وفاداری گورنمنٹ کا دم بھرتے ہیں اور ان کی خدمت و معاونت میں سرگرم ہیں ان ہی لوگوں میں پنجاب کے اہل حدیث داخل ہیں۔ جنہوں نے سرہندی دیوس صاحب بہادر کے عہد لفٹننٹ گورنری میں بذریعہ ایک عرضداشت کے اس عہد کا اظہار کیا تھا جس پر ۱۸۷۶ء میں پنجاب گورنمنٹ سے ایک سرکلر بھی ان کی تصدیق و تائید میں مشتمل ہوا تھا۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۳۷-۳۸)

۷۔ ان مسائل (نمبر ۳، ۵، ۶، ۷) سے اور ان کے دلائل سے بلحاظ ان دو امور واقعہ کے صاف اور یقینی طور پر ایک یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانان ہندوستان کے تینوں قسم کا (جب تک کہ وہ اپنے عہدوں پر (لفظی و حقیقی ہوں خواہ معنوی و حکمی، اصلی ہوں خواہ ضمنی) قائم رہیں اور اس گورنمنٹ کے ماتحت رہیں اور ان عہدوں کو علانیہ طور پر اٹھا کر یا حکومت گورنمنٹ سے باہر جا کر اپنے ارادہ مخالفت سے بر ملا گورنمنٹ کو اطلاع نہ دیں) اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی (ان کے بھائی مسلمان کیوں نہ ہوں) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۳۹)

۸۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے

اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے کسی کو اونچے اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے۔
(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۵۰)

۹۔ ان دو نتیجوں سے یہ ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات و شرائط لامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت و جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کر سکیں۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۷۲)

ہم نے مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ وہابیہ کے ہاں ایک بڑی محترم شخصیت ہے جس نے انگریز حکومت کو درخواست دیکر اپنے لئے "وہابی" کی بجائے "اہل حدیث" نام الاٹ کرایا تھا کی اس کتاب سے صرف اقتباسات پیش کئے ہیں جن سے بخوبی واضح ہو گیا کہ انگریز کی دلالی کرنے والے "وہابی" تھے نہ کہ امام احمد رضا۔

ظہیر نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں حصہ نہ لینے کو بھی "امام احمد رضا کی انگریز بھینٹی" کی دلیل بنایا ہے۔ حالانکہ اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو امام کی فراست، دوراندیشی اور دو قومی نظریہ پر پختہ یقین جھلکتا نظر آتا ہے۔ تحریک خلافت ہو یا تحریک ترک موالات دونوں کی قیادت گاندھی کے پاس تھی۔ اس وقت جب کہ اکثر مسلمان ہندوؤں کے جال میں پھنس کر ہندو کو خوش کرنے کے لئے گانے کی قربانی بھی ترک کرنے کا اعلان کر چکے تھے۔ امام احمد رضا کی ذات نے ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا کہ جس طرح انگریز مسلمان کا دشمن ہے اسی طرح ہندو بھی مسلمان کا دشمن ہے۔

مشہور محقق ڈاکٹر مسعود احمد تحریر فرماتے ہیں

فاضل بریدی، ترک موالات کے نتیجہ میں ہونے والے ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف تھے ان کی آنکھیں وہ کچھ دیکھ رہی تھیں کہ دوسری آنکھوں نے وہ نہ دیکھا، ان کا ذہن سنا ب وہ کچھ سچ رہا تھا کہ اس طرف دوسروں نے رخ بھی نہ کیا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کے مؤید اور ہمارے محترم بزرگ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی جب فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو فاضل بریلوی نے صاف صاف فرما دیا۔

مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں میں مخالف ہوں۔ اس جواب سے علی برادر ان کچھ ناراض سے ہو گئے تو فاضل بریلوی نے تالیف قلب کیلئے مکرر ارشاد فرمایا

مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔

(فاضل بریلوی اور تحریک ترک موالات۔ انوار رضا ص ۷۵)

الحمد للہ قائد اعظم محمد علی جناح اور حضرت علامہ اقبال نے قیام پاکستان کا مطالعہ کر کے امام کے موقف کی حقانیت کو پوری دنیا سے منوایا کہ ہندو الگ قوم ہے اور مسلمان الگ قوم۔

امام احمد رضا اور قادیانیت

ظہیر نے امام احمد رضا کو قادیانی ثابت کرنے کیلئے یہ لکھا ہے

"یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا

بھائی تھا۔"

(بریلویت مترجم ص ۴۱)

لعنتہ اللہ علی الکاذبین: امام احمد رضا کے بچپن کے ایک استاد محترم کا نام مرزا غلام قادر

بگ ص ۰ تا۔ لیکن یہ الگ شخصیت تھی جب کہ قادیانی کا بھائی ایک الگ شخصیت تھا۔
 ہیر کے حاریوں پر لازم ہے کہ اپنا دعویٰ ثابت کریں۔

فان نم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة
 اعدت للكافرين

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نے اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی

ہے ملاحظہ ہو۔ (اندھیرے سے اجالے تک۔ ص ۹۷ تا ۱۰۱)

بالفرض اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ امام احمد رضا نے کچھ عرصہ مرزا قادیانی
 کے بھائی سے بھی پڑھا ہے تو اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ اگر کوئی یہ نتیجہ بیان کرے کہ
 چونکہ جو مذہب استاد کا ہوتا ہے وہی مذہب شاگرد کا بھی ہوتا ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے۔
 ہندوستان میں آج بھی لاکھوں مسلمان بچے سکولوں، کالجوں میں ہندوؤں اور سکھوں
 سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ کیا ان تمام بچوں کو ان کے اساتذہ کی وجہ سے ہندو اور سکھ کہا
 جائے گا۔

قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال جیسی شخصیات نے بھی انگلینڈ میں غیر مسلموں
 سے تعلیم حاصل کی ہے کیا ان کو بھی غیر مسلم کہا جائے گا۔

آج بھی ملک پاکستان سے ہزاروں افراد جدید اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے مغربی ممالک
 کا سفر کرتے ہیں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان میں شاید ہی کوئی مسلمان ہو۔
 تقریباً سبھی اساتذہ عیسائی، یہودی اور دوسرے قسم کے لوگ ہوتے ہیں کیا ان تمام حضرات
 کو ان کے اساتذہ کی وجہ سے عیسائی، یہودی اور دہریہ کہا جائے گا یا کہ ہر آدمی کے عقیدہ و
 ایمان کے مطابق اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اول تو یہی بات غلط ہے، دھوکہ ہے، فراڈ ہے کہ مرزا قادیانی کا بھائی امام احمد رضا کا
 استاذ تھا۔ بالفرض اگر ایسی صورت حال ہو بھی پھر بھی قادیانیت کے متعلق امام احمد رضا کا

نظریہ معلوم کئے بغیر "قادیانیت" کا الزام ان کے سر پر رکھنا انتہائی درجہ کی کھینچی ہے۔
 امام احمد رضا نے اگر کسی بھی مقام پر مرزا قادیانی کو اچھے الفاظ سے یاد کیا ہوتا یا اس
 کے کفر میں توقف ہی فرمایا ہوتا تب تو ظہیر اور اس کے ہمنواؤں کا الزام قابل توجہ ہوتا لیکن
 امام نے تو مرزا قادیانی کا نام لیکر جا بجا تکفیر فرمائی ہے اس کو مرتد قرار دیا ہے آپ کے ایک
 مستقل رسالہ کا نام ہے۔

قہر الدیان علی مرتد بقادیان

قادیان کے مرتد پر خدا کا قہر

ایک اور تصنیف کا نام ہے

الجزاز الدیانی علی المرتد القادیانی

قادیانی مرتد پر خدائی تلوار

قادیانیوں کے متعلق امام احمد رضا کا نظریہ مندرجہ بالا دونوں تصنیفات کے ناموں
 سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔

۴۔ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو عبد الواحد خاں صاحب نے سوال پوچھا "قادیانیوں سے
 کس طرح کسی پیرایہ میں بحث کی جائے، یعنی ان کی تردید کے بھاری ذرائع کیا ہیں۔"
 امام احمد رضا نے اس کا جو جواب ارشاد فرمایا وہ ملاحظہ ہو۔

الجواب :- سب میں بھاری ذریعہ اس کے رد کا اول اول کلمات کفر پر گرفت ہے۔ جو اس کی
 تصانیف میں برساتی حشرات کی طرح ایلے گھلے پھر رہے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی
 توہین۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر طعن، اور یہ کہنا کہ یہودی
 کے جو اعتراض عیسیٰ اور ان کی ماں پر ہیں، ان کا جواب نہیں اور یہ کہ نبوت عیسیٰ پر کوئی
 دلیل قائم نہیں بلکہ عدم نبوت پر دلیل قائم ہے، یہ ماننا کہ قرآن نے ان کو انبیاء میں گنا
 ہے اور پھر صاف کہہ دینا کہ وہ نبی نہیں ہو سکتے، معجزات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صراحتاً

انکار اور یہ کہنا کہ وہ مسریم سے یہ کچھ کیا کرتے تھے اور یہ کہ میں ان باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو
 آن عیسیٰ سے کم نہ ہوتا، تو وہ روشن معجزے جن کو قرآن مجید آیات بینات فرمایا ہے۔ یہ
 ان کو مسریم و مکروہ مانتا ہے، اپنے آپ کو اگلے انبیا سے افضل بتانا اور یہ کہنا کہ ابن مریم
 کے ذار کو چھوڑو۔۔۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے اور یہ کہنا کہ اگلے چار سو انبیاء کی پیشین گوئی
 غلط ہوئی اور وہ جھوٹے اور یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دایاں، نانیاں معاذ اللہ زانیہ
 تھیں۔ اور یہ کہ اسی خون سے عیسیٰ کی پیدائش ہے، اپنے آپ کو نبی کہنا، اپنی طرف وحی الہی
 آنے کا ادعا کرنا، اپنی بنائی ہوئی کتاب کو کلام الہی کہنا اور یہ کہ آیتہ کریم مبشراً برسول یاتی
 من بعدی اسمہ احمد سے میں مراد ہوں اور یہ کہ مجھ پر اترا ہے کہ

انا انزلناہ بالقادیان و بالحق نزل

اور دوسرا بھاری ذریعہ اس خبیث کی پیشین گوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن
 حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں۔ ایک اس کے بیٹے کا جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا
 چاند پیدا ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے۔ مگر شان الہی کہ چوں دم
 برداشتم مادہ برآمد، بیٹی پیدا ہوئی اس کے اوپر کہا کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کی جو ہو
 گا وہ انبیاء کا چاند ہوگا، بیٹی، بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں۔ اب کی ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مر گیا،
 بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی، دوسری بہت بڑی بھاری
 پیشین گوئی آسمانی جو رو کی لہنی چچا زاد بہن احمدی کو لکھ کر بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی میرے
 نکاح میں دے دے۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر پہلے طمع دلانی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا
 کہ وحی آگئی کہ زوجنا کما ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا۔ اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دوسری
 جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مر جائے گا۔ مگر اس خدا کی بندی نے
 ایک نہیں سنی۔ سلطان محمد خاں سے نکاح کر دیا۔ وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا نہ وہ شوہر مرا
 کتنے بچے اس سے ہو چکے اور یہ چل دیئے۔ غرض اس کے کفر و کذب حد شمار سے باہر ہیں۔

کہاں تک گئے جائیں اور اس کے ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں اور بحث کریں گے تو کا ہے
 میں کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا مع جسم اٹھانے گئے یا صرف روح مہدی و عیسیٰ
 ایک ہیں یا نہ۔ یہ ان کی عیاری ہوتی ہے۔ ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر فرض
 کیجئے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہیں۔ فرض کیجئے کہ وہ مع جسم نہیں اٹھانے گئے۔ فرض
 کیجئے کہ مہدی و عیسیٰ ایک ہیں پھر اس سے وہ تیرے کفر کیونکر مٹ گئے۔ کلام تو اس میں
 ہے کہ تو کہتا ہے میں نبی ہوں۔ ہم کہتے ہیں تو کافر، اس کا فیصلہ ہونا چاہیے، انبیاء کی
 توہینیں، انبیاء کی تکذیبیں، معجزات سے استہزا نبوت کا ادعا اور پھر دوسرے درجہ میں انبیاء
 کے چاند والا بیٹا، آسمانی جو رو، یہ تیری تکفیر تکذیب کو کافی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۱)

امام احمد رضا کا مندرجہ بالا فتویٰ پڑھنے کے بعد بھی اگر ظہیر اور اس کے چچے امام کو
 قادیانی یا قادیانی نواز کہیں تو ہم اس کے جواب میں یہی عرض کریں گے۔
 بے حیا باش ہرچہ خواہی کن
 اگر قادیانیت نوازی دیکھنی ہو تو "باب اول" میں ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ
 امرتسری کے حالات ایک بار پھر پڑھ لیجئے۔

امام احمد رضا اور شیعیت

ظہیر نے امام احمد رضا پر شیعیت کا الزام لگاتے ہوئے کہا
 "ان کا تعلق شیعہ خاندان سے تھا، انہوں نے ساری عمر تقیہ کئے رکھا اور اپنی اصلیت
 ظاہر نہ ہونے دی تاکہ وہ اہل سنت کے درمیان شیعہ عقائد کو رواج دے سکیں۔
 (بریلویت مترجم ص ۴۵)

پھر امام احمد رضا کی شیعیت ثابت کرنے کیلئے مندرجہ ذیل سات دلائل بھی دیئے

۱۔ ان کے آباؤ اجداد کے نام شیعہ اسماء مشابہت رکھتے ہیں ان کا شجرہ نسب ہے احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔

۲۔ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نازبا کلمات کہے ہیں۔

۳۔ انہوں نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔

۴۔ انہوں نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے جو خالصتاً شیعہ روایات ہیں اور ان کا عقیدہ اہل سنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۵۔ انہوں نے شیعہ کے اماموں پر بنی سلسلہ بیعت کو بھی رواج دیا۔

۶۔ وہ امام باڑوں کے اجدی ترتیب سے ہر نام تجویز کرتے رہے۔

۷۔ انہوں نے شیعہ کے اماموں کی شان میں شیعوں کے انداز میں مبالغہ آمیز قصائد بھی لکھے۔ قبل اس کے کہ ہم مندرجہ بالا اسات دلائل کا تجزیہ کریں امام احمد رضا کی ایک زندہ کرامت پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

موجودہ دور کی ایک دہشت گرد مذہبی تنظیم "انجمن سپاہ صحابہ" کے موجودہ سربراہ ضیاء الرحمن فاروقی پہلے ہم اہل سنت کے خلاف سنت ترین زبان استعمال کرتے تھے اور یہاں تک کہ کہہ جاتے تھے کہ احمد رضا کے شیعہ ہونے پر میرے پاس ستائیس دلیلیں موجود ہیں۔ لیکن اللہ کی شان دیکھیے کہ جب اس تنظیم نے شیعہ کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی تو ان کے کفر کو ثابت کرنے کیلئے سہارا ملا تو وہ بھی امام احمد رضا کا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ امام کی زندہ کرامت ہے کہ جو لوگ پہلے امام احمد رضا کو شیعہ کہتے نہ سکتے تھے آج شیعوں کے خلاف امام کے مجاہدانہ کردار کی تعریف کرتے ہوئے نہیں سکتے۔

شیعوں کا اہل سنت کے ساتھ بہت سے مسائل میں نزاع ہے، جن میں سے چند یہ

۱۔ شیعہ کریم قرآن کے قائل ہیں جب کہ اہل سنت ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر سمجھتے

ہیں۔

۲۔ شیعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ، صحابیت اور ایمان کے بھی منکر ہیں

جب کہ اہل سنت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔

۳۔ شیعہ مرتبہ امامت کو مرتبہ نبوت سے بلند سمجھتے ہیں اسی لئے وہ اپنے ائمہ کی اطاعت فرض

قرار دیتے ہیں۔ جب کہ اہل سنت کے ہاں اس امامت کا قطعاً کوئی تصور نہیں ہے اور غیر نبی

کو نبی سے افضل سمجھنا بھی کفر ہے۔

اہل سنت ائمہ اہل بیت کی اطاعت کو فرض نہیں سمجھتے۔ ہاں اہل بیت کی محبت کو

ذریعہ نجات ضرور سمجھتے ہیں۔

۴۔ وہ اصحاب ثلاثہ کو مرتد، ملعون (معاذ اللہ) تک کہہ دیتے ہیں جب کہ اہل سنت خلفاء ثلاثہ

سمیت اہل بیت اطہار کی محبت و عقیدت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔

۵۔ شیعہ کا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل۔ جب

کہ اہل سنت کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

۶۔ شیعہ نبی اکرم ﷺ کی صرف ایک صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو

تسلیم کرتے ہیں اور حضرت سیدہ زینب، حضرت سیدہ رقیہ اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی

اللہ عنہن کے متعلق سرکار دو عالم ﷺ کی سگی صاحبزادیاں ہونے کے منکر ہیں جب کہ اہل

سنت ان چاروں کو سرکار دو عالم ﷺ کی سگی صاحبزادیاں تسلیم کرتے ہیں۔

۷۔ شیعہ کی احادیث الگ ہیں جب کہ اہل سنت کی احادیث الگ۔

۸۔ شیعوں کی فقہ الگ، فقہ کے اصول الگ، جب کہ جملہ اہل سنت کی فقہ اور اصول الگ۔

یہ ہیں اہل سنت کے ساتھ شیعوں کے چند موٹے موٹے اختلافات۔

اگر امام احمد رضا نے اہل سنت اور شیعہ کے مابین متنازعہ مسائل میں شیعہ کے موقف کی تائید کی ہوتی تو ظہیر کا الزام قابل توجہ ہوتا۔ لیکن ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ امام نے جہاں بھی ان متنازعہ مسائل میں سے کسی مسئلہ کے متعلق قلم اٹھایا ہے تو ان بدعت شیعوں کے عقائد و نظریات کے پر خچے اڑا کر رکھ دیئے ہیں۔

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ان متنازعہ مسائل میں سے کسی بھی ایک مسئلہ میں امام احمد رضا کے قلم سے شیعہ موقف کی حمایت ثابت کر دیجئے اور مبلغ دس ہزار روپیہ انعام حاصل کیجئے۔

شیعوں رافضیوں کے متعلق امام احمد رضا کی رائے ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں بلاشبہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقاً کافر مرید ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کو ہمارا رسالہ

"رد الرافضہ" بحمد اللہ کافی و وافی، یہاں دو چار سندوں پر اقتصار، در مختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۹

"کل مسلم ارتد فتوبہ مقبولہ الا الکافر بسب نبی او الشیخین او

احدہما"

(ہر وہ مسلم جو مرتد ہو جائے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی سوائے اس کے جو کسی نبی یا شیخین یعنی ابوبکر و عمر یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو گالی بکنے کے سبب سے کافر ہوا ہو)

ایضاً ص ۳۲۰۔ من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ

جن نے شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی بکی یا ان میں طعن کیا تو اس نے کفر کیا اور اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔

فتح القدر شرح حدایہ مطبع مصر جلد اول ص ۱۳۵

فی الروافض من فضل علیا علی الثلثہ رضی اللہ عنہم فمبتدع وان

انکر خلافة الصدیق او عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فهو کافر

رافضیوں میں سے جس نے حضرت سیدنا علی الرضی رضی اللہ عنہ کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم

پر فضیلت دی وہ توبہ عتی ہے اور جس نے حضرت سیدنا صدیق اکبر یا حضرت سیدنا فاروق

اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔

اس کے بعد چند مزید حوالے نقل کرنے کے بعد فرمایا

اجمع علماء الاعصار علی ان من شک فی کفرہم کان کافرا
ہر زمانہ کے علماء کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ جو شخص ایسے رافضیوں کے کفر میں شک
کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۶-۳۷)

ایک جگہ ارشاد فرمایا

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کذب کفر خالص ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی
صحابیت کا انکار کفر خالص ہے اسی طرح تبرائیہاں زمانہ میں اور بھی کفر و ارماد کی قطعی وجوہ
ہیں جن کی تفصیل "رد الرفضہ" میں ہے اور ان کا کافر مرتد ہونا عامہ کتب (پھر تقریباً ۴۰ کتب
کے نام درج ہیں) وغیرہما سے ثابت و روشن ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۲۵)

کیا اس طرح ڈنکے کی چوٹ رافضیوں، تبرائی شیعوں کو کافر، مرتد قرار دینے والا شیعہ ہو
سکتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ لیکن اگر پھر بھی کوئی شخص امام احمد رضا کو شیعہ کہنے پر
اصرار کرے تو اسے یہی کہا جاسکتا ہے۔

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

جہاں تک اہل بیت اطہار سے والہانہ محبت اور عقیدت کا تعلق ہے تو اس تعلق پر
امام احمد رضا کو بھی ناز ہے اور ہر سچے سنی کو بھی۔ کیونکہ نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کا ارشاد
ہے

۱۔ عن ابی ذر قال وهو اخذ بباب الکعبۃ سمعت النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یقول الا ان مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا

و من تخلف عنها هلك رواه احمد-

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲)

ترجمہ:- حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا۔ آگاہ رہو۔ تم میں میری اہل بیت کی مثال ایسے ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی۔ جو بھی اس میں سوار ہو گیا بچ گیا اور جو پیچھے رہ گیا تباہ ہو گیا۔ (جس نے میری اہل بیت سے محبت کی وہ تو نجات پا گیا اور جس نے محبت نہ کی وہ تباہ و برباد ہو گیا)

۲- احبونی لحب اللہ واحبوا اہل بیتی لحبی-

(رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲)

ترجمہ:- اللہ کی محبت کیلئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کیلئے میری اہل بیت سے محبت کرو۔

۳- عن جابر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ یوم عرقۃ وهو علی ناقۃ القصواء یخطب فسمعتہ یقول یاایہا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی رواہ الترمذی-

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹)

ترجمہ:- سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج کے موقع پر یوم عرقہ میں اپنی اونٹنی قصواء پر خطاب فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے اے لوگو میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان کے دامن سے وابستہ رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوؤ گے۔ ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری اولاد میرے اہل بیت۔

۴- عن زید بن ارقم قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً فینا

خطیباً بماء یدعی خمأ بین مکة والمدینة فحمد الله واثی علیہ و
 وعظ و ذکر ثم قال اما بعد الا یاایها الناس انما انابشر یوشک ان
 یاتینی رسول ربی فاحیبک وانا تارک فیکم لثقلین اولهما کتاب الله
 فی الهدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به فحث علی کتاب
 الله و رغب فیہ ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اذکرکم
 الله فی اهل بیتی۔ وفی روایتہ کتاب الله هو جبل الله من اتبعه کان علی
 الهدی ومن ترکہ کان علی الضلالۃ۔ رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۸)

ترجمہ :- حضرت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن نبی اکرم ﷺ نے مکہ
 مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان خم نامی پانی کے کنوئیں کے قریب خطبہ ارشاد فرمانے کیلئے
 جلوہ گر ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ وعظ و نصیحت فرمائی پھر ارشاد فرمایا اما بعد
 اے لوگو میں بھی بشر ہوں عنقریب میرے پاس اللہ کا بھیجا ہوا ملک الموت آئے گا میں اس
 کی دعوت کو قبول کر لوں گا۔ میں تمہارے درمیان دو بہت بھاری (عظیم الشان) چیزیں چھوڑ
 کر جا رہا ہوں ان میں پہلی تو اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس تم کتاب
 اللہ کو تھامے رکھو۔ اس کے دامن سے وابستہ رہو۔ پس آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر عمل
 کیلئے براگیختہ فرمایا اور ترغیب دلائی پھر فرمایا۔ دوسری چیز میری اہل بیت ہے۔ میں تمہیں
 اپنی اہل بیت کے حقوق کے متعلق خدا یاد کرتا ہوں۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے متعلق
 خدا یاد کرتا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ کتاب اللہ ہی جبل اللہ (اللہ کی رسی) ہے۔ جس نے اس
 کی اتباع کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے اس کو چھوڑا گمراہ ہو گیا۔ (اس حدیث کو امام مسلم
 نے روایت کیا ہے۔)

مولوی اسماعیل دہلوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام اللہ کا اور اہل بیت کا ایک مرتبہ ہے جیسے اس کی تعظیم چاہیے ویسی ہی ان کی تعظیم چاہیے اور جیسے کلام اللہ سبب ہدایت کا ہے ویسے ہی اہل بیت سبب ہدایت کے ہیں۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ اولیاء اللہ کے طریقہ سب اہل بیت پر منتقل ہونے میں۔"

(تذکیر لخواں - تصدیقہ الایمان ص ۱۳۷ - مطبوعہ میر محمد کراچی)

مندرجہ بالا ارشادات مقدسہ سے معلوم ہوا کہ اہل بیت سے محبت و عقیدت خود سرکار دو عالم ﷺ سے محبت کی دلیل ہے اور اس محبت و عقیدت کا حکم نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن بھی صادر فرمایا اور وہاں سے مدینہ منورہ واپسی پر غدیر خم کے مقام پر جہاں راستے متفرق ہوتے ہیں بھی دیا تاکہ ایمان والے کبھی بھی اہل بیت اطہار کے متعلق بدگمانی کا شکار نہ ہونے پائیں اور جس شخص کو اہل بیت سے محبت و عقیدت نہ وہ گمراہی کا شکار ہے۔

امام احمد رضا نے جا بجا ائمہ اہل بیت کی تعریف کر کے اپنے کامل الایمان ہونے کا ثبوت فراہم فرمایا ہے۔

جب کہ ظہیر نے اس کو شیعیت قرار دیکر اپنے گمراہ ہونے کا ثبوت دیا ہے

نواب صدیق حسن خاں نے مناقب اہل بیت تکرر کرنے کے بعد تحریر کیا

"اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل بیت کے یہ مناقب حسنین، فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ

مخصوص ہیں یا ان کی اولاد کو بھی شامل ہیں۔ جمہور کے نزدیک وہ فضائل جو خاص ان کے نام پر آئے ہیں۔

مثلاً حسن و حسین جو انان جنت کے سردار ہیں۔ وہ تو متجاوز نہیں۔ لیکن وہ الفاظ جو بصیغہ عموم آئے ہیں وہ

متجاوز ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قیامت تک کی اولاد کو شامل ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے امام مہدی علیہ السلام کو اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ اور ان

کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ اور حب و لب کا ایک عظیم سلسلہ ہے۔ جب وہ آل رسول ہیں تو وہ

سادات جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ناز سے تا ظہور مہدی دنیا میں گزر چکے ہیں یا گزریں گے یا فی

الحال موجود ہیں قلت و سائل کے باعث بالذاتی اہل بیت میں داخل ہیں بشرطیکہ ان کا اعتقاد و عمل قرآن و

مبید کے مطابق ہو۔ (ابناء السنن ص ۳۶-۳۷)

ظہیر کے دلائل کا تجزیہ

ظہیر نے امام احمد رضا کی شیعیت پر پہلی دلیل یہ دی ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کے نام شیعہ اسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے احمد رضا، بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔
ظہیر کی بد باطنی اور شقاوت ملاحظہ ہو کہ اس نے ان ائمہ اہل بیت کو شیعہ کے ائمہ قرار دیا اور اہل سنت کا ان مقدس ہستیوں سے تعلق ہی ختم کر دیا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ نے تو ان مقدس ہستیوں کا صرف نام استعمال کیا ہے ان ائمہ کی طرف کذب و افتراء منسوب کیا ہے۔ جب کہ در حقیقت یہ ائمہ کرام خود بھی اہل سنت تھے اور اہل سنت ہی کے اکابر تھے۔

آج بھی مسجد نبوی شریف کے دونوں صحنوں میں اوپر کی جانب چاروں طرف عشرہ مبشرہ اور ائمہ اربعہ کے ساتھ ساتھ ائمہ اثناعشر، ائمہ اہل بیت کے اسماء کرام بھی جلی حروف میں کندہ ہیں۔ اگر یہ ائمہ اثناعشر شیعوں کے امام ہوتے اور اہل سنت سے ان کا تعلق نہ ہوتا تو مسجد نبوی شریف میں ان کے اسماء گرامی نہ نقش ہوتے۔
اگر ائمہ اہل بیت کے ناموں پر نام رکھنا شیعیت کی دلیل ہے تو ظہیر اور اس کے چچے مندرجہ ذیل مولوی صاحبان کے متعلق کیا فتویٰ صادر کریں گے۔

۱۔ محمد حسین شیخوپوری۔ ۲۔ محمد حسین بٹالوی۔ ۳۔ میاں نذیر حسین دہلوی۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اپنا شجرہ نسب یوں تحریر کیا ہے۔ صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ بن عزیز اللہ بن لطف علی بن علی اصغر بن سید کبیر بن تاج الدین بن جلال رابع بن سید راجو شہید بن سید جلال ثالث بن حامد کبیر بن ناصر الدین محمود بن جلال الدین بخاری معروف بخدمت جہانیاں جہاں گشت بن احمد کبیر بن جلال اعظم گل سرخ بن علی

موہد بن جعفر بن احمد بن محمد بن عبد اللہ بن علی اشقر بن جعفر زکی بن علی نقی بن محمد نقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین سبط بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گویا میرے اور آنحضرت ﷺ کے مابین تینتیس نفوس کا واسطہ ہے اور ان میں سے آٹھ ائمہ اہل بیت ہیں جن کا شمار ائمہ اثنا عشر میں ہوتا ہے۔

خود نوشت سوانح حیات نواب محمد صدیق حسن خاں (بطرز جدید) المعروف بابقاء المنن

ص ۲۸-۲۹

ایک جگہ ان ائمہ اثنا عشر کا تذکرہ یوں کیا

"میرے نسب میں بارہ ائمہ اہل بیت میں سے آٹھ تو متصل آتے ہیں اور وہ سب سازی امت کے پیشواتھے۔"

(ابقاء المنن ص ۲۹۸-۲۹۹)

معلوم ہوا کہ ائمہ اہل بیت کو شیعہ کے حوالہ کرنا ظہیر اور اس کے حواریوں کا ہی دل گردہ ہے۔ جب کہ درحقیقت وہ ساری امت کے پیشواتھے۔ اور ان کے ناموں پر محبت و عقیدت سے نام رکھنا ایمان کی علامت ہے۔

ظہیر نے امام احمد رضا کی شیعیت پر دوسری دلیل دیتے ہوئے کہا

بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نازبا کلمات کہے ہیں۔ عقیدہ اہل سنت سے وابستہ کوئی شخص ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا اپنے ایک قصیدے میں لکھا ہے

تنگ و چست ان کا لباس اور جو بن کا ابحار

مسی جاتی ہے کہا سر سے کمر تک لے کر

یہ پٹھا پرٹنا ہے جو بن مرے دل کی صورت
کہ ہونے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

(حدائق بخشش جلد ۳ ص ۲۳)

ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ ظہیر کے دل میں ذرہ بھی خدا کا خوف نہ تھا۔ اسی لئے اس نے
ام المؤمنین کے ایک غلام پر یہ بیسودہ الزام عائد کر دیا۔

حوالہ دیتے ہوئے اس نے حدائق بخشش جلد سوم کا نام لیا ہے۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے
حدائق بخشش ۲ جلدوں میں کامل ہے۔ یہ تیسری جلد نہ لام نے مرتب فرمائی نہ ہی امام کی
زندگی میں شائع ہوئی۔

کسی اور شخص نے امام احمد رضا کے انتقال کے بعد امام احمد رضا کے نام سے یہ
تیسرا حصہ شائع کر دیا۔ جب اس حصہ کی اشاعت پر اس کا مواخذہ کیا گیا تو اس نے معذرت کر
لی تو بہ نامہ شائع کر دیا۔

کسی اور شخص کا جرم امام احمد رضا کے سر تھونپنا و حاجی منطلق تو ہو سکتی ہے قرآن و
سنت کے نظام عدل کے تحت تو امام کا دامن اس الزام سے بری ہے۔

(نوٹ) اس تو بہ نامہ کی پوری تفصیل علامہ شرف قادری نے "اندھیرے سے اجالے تک"
کے صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۹ میں درج کر دی ہے۔ مزید تحقیق کے شائق حضرات اس کتاب کا ضرور
مطالعہ فرمائیں۔

حدائق بخشش جلد ۲ میں امام نے ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو
یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

اہل اسلام کی مادران شفیق
بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام

بنت صدیق آرام جان نبی
 اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام
 یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ
 ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام
 جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں
 اس سراوق کی عصمت پہ لاکھوں سلام
 شمع تابان کا شانہ اجتہاد
 مفتی چار ملت پہ لاکھوں سلام

ظہیر نے امام احمد رضا کی شیعیت پر تیسری دلیل دیتے ہوئے کہا انہوں نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔

اس الزام پر ہم سوائے لعنتہ اللہ علی الکاذبین پڑھنے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ ہم پہلے ڈنکے کی چوٹ اعلان کر چکے ہیں کہ اہل سنت اور شیعہ کے مابین جتنے اختلافی مسائل ہیں ان میں سے کسی بھی ایک مسئلہ میں امام کے قلم سے اہل سنت کی مخالفت اور شیعہ کی حمایت ثابت کر کے مبلغ دس ہزار روپیہ نقد انعام حاصل کیجئے۔

امام کی شیعیت پر جو تھی دلیل یہ دی گئی کہ

جناب احمد رضا صاحب نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے جو غالباً شیعہ روایات ہیں اور ان کا عقیدہ اہل سنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ الزام بھی صرف الزامات کی تعداد بڑھانے کیلئے عائد کیا گیا ہے۔ وگرنہ اس ظہیر نے جتنی بھی روایات پیش کی ہیں علامہ شرف قادری مدظلہ ان تمام روایات کو دیگر جلیل القدر سنی محدثین کی کتب سے ثابت کر چکے ہیں۔

ملاحظہ ہو اندھیرے سے اچالے تک صفحہ ۱۲۱ تا ۱۳۶

پانچویں اور ساتویں دلیل امام کی شیعیت پر یہ پیش کی گئی کہ ائمہ اہل بیت کی مدح کرتے رہے۔ ان کے ناموں سے سلسلہ بیعت رواج دیا گیا اس کا جواب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ائمہ اہل بیت کی محبت اور مدح سمرائی ایمان کی علامت ہے جب کہ ان سے بغض گمراہی کی۔ لگے ہاتھوں بیعت کے متعلق وہابیہ کے ایک نہایت اہم پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کی رائے بھی ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں۔ شوکانی فرماتے ہیں

فعلم انه يتأكد على كل شخص ليس له شيخ او اخ صادق ان يزن افعاله بالكتاب والسنة وكلام الائمة لينظر في ربحه و خرافه پس معلوم ہوا کہ جس شخص کا کوئی شیخ یا برادر صادق نہ ہو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے افعال کتاب و سنت اور کلام ائمہ کے میزان پر تولتا رہے تاکہ اسے اپنے نفع و نقصان کا اندازہ ہو سکے۔

میرا حال یہ ہے کہ میں نے کسی کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہیں کی اس لئے کہ مجھے قرآن و حدیث اور سلف صالح کی شروط کے موافق کوئی شیخ میسر نہیں آیا میں بیعت کے وجوب کا قائل تو نہیں البتہ اسے مستحب ضرور جانتا ہوں۔

(ابقاء السنن یعنی خود نوشت سوانح حیات نواب محمد صدیق حسن خاں ص ۹۸-۹۹)

المحدث امام احمد رضا کے سلسلہ بیعت میں وہ ائمہ اہل بیت ہیں جو بقول نواب صدیق حسن "ساری امت کے پیشواتھے"

ظہیر نے چھٹی دلیل امام کی شیعیت پر یہ پیش کی ہے کہ وہ شیعوں کے امام باڑوں کے اجدی ترتیب سے ہر نام تجویز کرتے رہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ ایک مرتبہ امام احمد رضا نے ایک امام باڑہ کا تاریخ نام ضرور تجویز فرمایا۔ لیکن کاش ظہیر میں بات سمجھنے کا سلیقہ ہوتا تو وہ اس واقعہ کو امام احمد رضا کی شیعیت کی دلیل بنانے کی بجائے امام کی شیعہ دشمنی کی دلیل بناتا۔

قصہ دراصل یہ ہے کہ شیعہ اپنے آپ کو رافضی کہلوانے سے بہت چڑتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رکھ کر امام بارہ کا تاریخی نام تجویز کرنے والا واقعہ پڑھ کر امام کی ذہانت کی داد دیجئے۔

۱۲۸۶ھ میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی عمر چودہ سال تھی۔ ایک شخص نے درخواست کی کہ امام بارہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کا تاریخی نام تجویز کر دیجئے۔ آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا

"بدرِ رض" (۱۲۸۶ھ) نام رکھ لیں۔ اس نے کہا امام بارہ گذشتہ سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رض نہ آئے۔ آپ نے فرمایا "دارِ رض" (۱۲۸۵ھ) رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس کی ابتداء ۱۲۸۴ھ میں ہوئی تھی فرمایا "درِ رض" مناسب رہے گا۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۱۴۱)

امام احمد رضا اور عصمت

ظہیر نے یہ بھی گلہ کیا ہے کہ بریلوی اپنے امام کو معصوم سمجھتے ہیں حالانکہ عصمت خاصہ نبوت ہے

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم

یہ افتراء محض ہے کہ ہم اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں۔

بات صرف اتنی ہے کہ اکثر محققین کے نزدیک امام احمد رضا کی جملہ تحقیقات بالکل درست اور عین کتاب و سنت کے مطابق ہیں۔

جب کہ بعض محققین نے امام احمد رضا کی جلالت علمی، ان کے تفقہ کا اعتراف کرتے ہوئے، ان سے نیاز مندی کا دم بھرتے ہوئے بھی چند مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ مثلاً فقہ

اعظم حضرت مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ، کا فتاویٰ نور یہ خطیب
پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا سالہ مسئلہ سیاہ خضاب اور
مدت جلیل حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی کی شرح صحیح مسلم۔ اس بات کا جویتا
جاگتا ثبوت ہیں کہ ہم اپنے امام الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کو نہ تو نبی سمجھتے ہیں
اور نہ ہی معصوم عن الخطاء۔ اگر ایسا سمجھتے تو مندرجہ بالا تینوں بزرگوں کو کافر یا کم از کم گمراہ
ضرور سمجھتے۔ لیکن اختلاف مسائل کے باوجود ان تینوں بزرگوں کو اہل سنت ہی شمار کیا جاتا
ہے۔

(نوٹ) یہ الگ بحث ہے کہ محققین علماء مذکورہ تینوں بزرگوں کی تحقیق سے بھی اختلاف
فرمائیں۔

(ضروری نوٹ) ہم باب نمبر ۲ کو اسی پر ختم کرتے ہیں اگرچہ ظہیر نے امام کی علمیت پر بھی
گفتگو کی ہے لیکن ہم نے قصداً اس بحث کو نہیں چھیڑا کہ اس الزام کا دندان شکن جواب
استاذ العلماء حضرت مولانا شرف قادری مدظلہ دے چکے ہیں۔

نیز:- علمیت نہ تو حقیقت کا معیار ہوتی ہے اور نہ ہی علوم سے عدم واقفیت گمراہی کا۔

وہابی عقائد

وہابی عقائد کی بنیاد محبوبان خدا کی توہین و تہقیر پر ہے۔ اور توحید کی تبلیغ کے نام پر یہی چیز جھلکتی نظر آتی ہے۔ ذیل میں ہم ان کے صرف چند عقائد پیش کر رہے ہیں جو ہمارے دعویٰ کی تصدیق کرتے نظر آئیں گے۔

عقیدہ نمبر ۱:- برصغیر میں وہابیت کے معمار اول مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں

قال الله تعالى وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحى اليه انه لا اله الا انا فاعبدون

ترجمہ:- اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سونہ گی کرو میری۔

یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔

(تفویۃ الایمان ص ۲۵۔ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

یہی دہلوی جی مزید لکھتے ہیں۔

پھر ان سب سے اللہ صاحب نے یوں فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے پھر ان سے قول و قرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانو اور کسی کو میرے سوا نہ مانو۔

(تفویۃ الایمان ص ۲۷۔ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)۔ نیز لکھا

واخرج احمد عن معاذ بن جبل قال قال لى رسول الله صلى الله عليه

وسلم لاتشرك بالله شيئاً وان قتلت و حرقت

ترجمہ:- مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ معاذ بن جبل نے نقل کیا کہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے نہ شریک ٹھہرا اللہ کا کسی کو گو کہ مارا جاوے تو اور جلایا جاوے تو۔

یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔

(تفہیمۃ الایمان ص ۲۷-۲۸)

ہم نے آپ کے سامنے تفہیمۃ الایمان کی ایک ہی مضمون کی تین عبارتیں پیش کی ہیں۔ ان تینوں کو ایک بار پھر غور سے پڑھیے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ دہلوی جی نے کس چابکدستی سے محبوبان خدا کی عظمت و اہمیت ختم کرنے کیلئے قرآن و سنت کا غلط ترجمہ کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

پہلی عبارت میں لا الہ الا انا کا ترجمہ یوں کیا کہ "کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے" اور پھر ف کا نشان دیکر آیت کریمہ کی توضیح و تفسیر بھی یہی کی کہ "اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے"

حالانکہ لغت عرب میں الہ کا معنی لائق عبادت، معبود، تو ہے لیکن الہ کا معنی "ماننے کے لائق" ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

ظہیر کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے جو ترجمہ کیا ہے وہ بھی پیش خدمت ہے "اور جتنے رسول ہم نے تمہ سے پہلے بھیجے ہیں ان سب کی طرف یہی پیغام ہم بھیجا کرتے تھے کہ بس میرے سوائے معبود برحق نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔"

(ترجمہ و تفسیر ثنائی ص ۳۸۷)

سوچنے کی بات ہے کہ کیا مولوی اسماعیل دہلوی کو نہیں معلوم تھا کہ الہ کا معنی کیا ہے؟ یقیناً اسے معلوم تھا کہ اس لفظ کا معنی "عبادت کے لائق" ہے۔ "ماننے کے لائق"

نہیں۔ لیکن اگر وہ صحیح ترجمہ کرتا تو اس مقام پر توہین و تنقیص والا زہر کس طرح مخلوق خدا کو پلاتا

اب آئیے دیکھیں کہ کیا دہلوی کے بقول صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ماننا چاہیے اور اس کے سوا کسی کو نہیں ماننا چاہیے یا معاملہ کچھ اور ہے۔
ارشادِ بانی ہے:-

ليس البر ان تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله واليوم الاخره والملئكته والكتب والنبیین۔
(پ ۲، البقرہ، ۱۷۷)

ترجمہ:- یہ کوئی نیکی نہیں جو تم اپنا منہ مشرق مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ ہاں نیکی والے وہ لوگ ہیں جو خدا کو اور قیامت کے دن کو اور فرشتوں کو اور سب کتابوں اور نبیوں کو مانیں۔
(ترجمہ و تفسیر ثنائی ص ۳۱ از مولوی ثناء اللہ امرتسری)

اس آیت کریمہ میں صراحت سے بتا دیا گیا کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ماننا کافی نہیں بلکہ یوم قیامت، ملائکہ اور جملہ انبیاء کرام کو بھی ماننا ضروری ہے۔ لیکن دہلوی صاحب اپنے مذموم مقاصد کیلئے راگ الاپ رہے ہیں کہ اللہ کے علاوہ دوسروں کو ماننے والا مشرک ہے۔ حالانکہ سچا مسلمان تو اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہوئے سب کو مانے گا۔ ہاں دہلوی جی کو نہیں مانے گا۔

ارشادِ بانی ہے

امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون۔ کل امن بالله و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ۔

(پ ۲ البقرہ ۲۸۵)

ترجمہ:- یہ رسول اور ایمان والے اپنے رب کی اتاری ہوئی باتوں کو مان گئے۔ سب نے اللہ کو

مانا اور اس کے فرشتوں کو، اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانا۔

ارشاد ربانی ہے

يا ايها الذين آمنوا آمنوا بالله ورسوله والكتب الذي نزل على رسوله
والكتب الذي انزل من قبل- ومن يكفر بالله و ملائكته و كتبه و رسله
واليوم الاخر فقد ضل ضلالاً بعيداً-

(پ ۵، النساء، ۱۳۶)

ترجمہ:- اے ایمان والو! ایمان لؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے
اپنے رسول پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے۔ جس نے
اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت سے کفر کیا وہ
گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔

قرآن حکیم کی مندرجہ بالا آیات کریمہ اس بات کا اعلان کر رہی ہیں کہ صرف اللہ کو
ماننے سے کام نہیں بنے گا بلکہ انبیاء اکرام، فرشتوں، آسمانی کتابوں اور یوم آخرت کو بھی
ماننا پڑے گا۔ اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ مانے وہ جہنم کا رہنما بنے گا۔

ارشاد ربانی ہے

ان الذين يكفرون بالله و رسله و يريدون ان يفرقوا بين الله و رسله
و يقولون نؤمن ببعض و نكفر ببعض و يريدون ان يتخذوا بين ذلك
سبيلاً- اولئك هم الكفرون حقاً و اعتدنا للكافرين عذاباً مهيناً و الذين
آمنوا بالله و رسله و لم يفرقوا بين احد منهم اولئك سوف يوتيهم
اجورهم و كان الله غفوراً رحيماً-

(پ ۶، النساء، ۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲)

ترجمہ:- جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے

رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور رکھتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل و خوار کر دینے والی ہوگی۔ بخلاف اس کے جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے۔ اور اللہ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

موردی صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یعنی کافر ہونے میں وہ لوگ جو نہ خدا کو مانتے ہیں نہ اس کے رسولوں کو۔ اور وہ جو خدا کو مانتے ہیں مگر رسولوں کو نہیں مانتے اور وہ جو کسی رسول کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں مانتے سب یکساں ہیں ان میں سے کسی کے کافر ہونے میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں۔
(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۴۱۳)

مندرجہ بالا ارشادات کریمہ کو ذہن میں رکھ کر مولوی اسماعیل دہلوی کا ترجمہ ایک بار پھر پڑھ لیجئے تاکہ وہ حجابی ذہنیت کے متعلق آپ کے ذہن میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔
۱۔ بے شک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری۔

ف۔ یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے۔
(نفیۃ الایمان ص ۲۵)

۲۔ پھر ان سب سے اللہ صاحب نے یوں فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے پھر ان سے قول و قرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔

۳۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (تفویت الایمان ص ۲۸)

ایک حدیث پاک کے چند الفاظ ذکر کر کے ہم اس بحث کو ختم کر رہے ہیں۔ اللہ کی رحمت سے امید واثق ہے کہ آپ پر وہابی ذنیت واضح ہو گئی ہوگی۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ مؤدب ہو کر بیٹھے۔ چند سوالات کے ایک سوال یوں تھا

فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن بالله و ملائکته و کتبه و رسله و الیوم الاخر و تومن بالقدر خیره و شره قال صدقت۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۱)

ترجمہ:- مجھے ایمان کے متعلق بتائیے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان اس چیز کا نام ہے کہ تو اللہ کو مانے۔ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم قیامت کو مانے اور تقدیر کی اچھائی اور برائی کو مانے۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ آپ نے سچ فرمایا۔

عقیدہ نمبر ۲:- مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک حدیث پاک اور اس کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد ایک عجیب و غریب "عقیدہ" پیش کیا ہے۔ پہلے حدیث پاک ملاحظہ ہو

اخرج احمد عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی نفر من المهاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد له فقال اصحابه یارسول اللہ تسجد لک البھائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا احاکم

ترجمہ:- مشکوٰۃ کے باب عشرة النساء میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ نبی بی عائشہ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا مهاجرین و انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا

پیغمبر خدا کو۔ سوان کے اصحاب کھنے لگے کہ اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت پس ہم کو تو ضرور چاہیے کہ تم کو سجدہ کریں۔ سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔

(تفسیر الامکان ص ۵۶)

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے بطور تواضع و انگلاری اپنے آپ کو صحابہ کرام کا بھائی فرمایا۔ وگرنہ نبی اکرم ﷺ ہر گز ہر گز ہمارے بھائی نہیں کیونکہ بھائی کے اشارہ آبرو پر عزت و آبرو، ماں باپ قریبان کرنے کا اعلان نہیں کیا جاتا۔ جب کہ صحابہ کرام سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں یوں عرض کیا کرتے یا بی انت و امی یا رسول اللہ۔ میرے ماں باپ آپ پر قریبان ہوں یا رسول اللہ۔

بھائی کی بیوی بھابھی، بھانج، کھلاتی ہے جب کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویاں ہماری مائیں ہیں۔ ارشاد باری ہے

النبي اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم و ازواجہ امہاتہم
(پ ۲۱ الاحزاب)

ترجمہ:- خدا کا نبی مسلمانوں کے حق میں ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۵۰۱)

ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا "خدا کا نبی حضرت محمد مصطفیٰ مسلمانوں کے حق میں ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہے۔ یعنی جس قدر ان کی جانوں کے حقوق ان پر ہیں ان سے بھی کہیں زیادہ پیغمبر کے حقوق ان پر ہیں۔ اس کی مثال یہ سمجھو کہ کسی موقع پر کوئی کام ایسا درپیش آجائے کہ نبی کی عزت قائم رکھنے اور بچانے کے لئے کسی مسلمان کی جان بھی کام آئے تو مسلمان کا فرض ہے کہ ایک جان کیا سو جان کو بھی قربان کر دے کیونکہ

دل لیا ہے تو جان بھی لے لو

ہم سے بے دل رہا نہیں جاتا

چونکہ نبی کا حق مسلمانوں پر سب سے زیادہ ہے گو ماں باپ کے حقوق بھی بہت ہیں، ماں باپ کے حقوق کو بھی تو نبی ہی نے بتلایا ہے۔ نیز ماں باپ جسمانی مرنی ہیں اور نبی روحانی مرنی ہے جس کی تربیت کا اثر دائمی زندگی پر پہنچتا ہے۔ اس لئے نبی کے حقوق سب سے زیادہ ہیں اور اس کی بیویاں تعظیم و تکریم میں ان مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

(تفسیر ثنائی ص ۵۰۱)

وہابیوں کے ہی ایک بڑے عالم احمد حسن صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھ کو اسی کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں بنے گا یہاں تک کہ میں اس کی جان اور اس کے مال اور اولاد اور تمام لوگوں سے اس کے نزدیک زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول آپ مجھ کو ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں یہاں تک کہ میری جان سے بھی۔ آپ نے جواب دیا۔ اے عمر ایمان اسی کو کہتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اسی مضمون کی روایت ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے اوپر کی حدیثوں کا مضمون بیان فرما کر آیت کے ٹکڑے النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم کو پڑھا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس مضمون کی سب حدیثیں آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر میں ہیں۔ (احسن

التفاسیر ج ۵ ص ۱۸۸ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

مشہور غیر مقلد قاضی شوکانی لکھتے ہیں

ثم ان فی مصحف ابی بن کعب و ازواجہ امہاتہم و ہواب لہم۔ و قراءہ ابن عباس۔ اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم و ہواب و ازواجہ امہاتہم۔

ترجمہ:- حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں یوں تھا وازواجہ امہاتھم وحواب لہم کہ آپ ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور آپ ﷺ مومنین کے باپ۔
حضرت عبداللہ بن عباس بھی پڑھا کرتے تھے وحواب وازواجہ امہاتھم آپ ﷺ باپ ہیں اور ازواج مطہرات مومنین کی مائیں۔

قرآن مجید فرقان حمید کی نصوص مبارکہ اور احادیث مبارکہ اس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے بھائی نہیں ہیں اور مولوی اسماعیل دہلوی نے مشکوٰۃ کی جو حدیث پیش کی ہے اس میں نبی اکرم ﷺ کا خود کو "بھائی" فرمانا تواضع پر معمول ہے۔

لیکن ستیاناس ہو وحا بیانہ گندی ذنیت کا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اس حدیث کی تشریح میں جو کچھ لکھا وہ اس کو اندر چھپے ہوئے توہین و تنقیص کے مادہ کو ظاہر کر رہا ہے وہ لکھتا ہے

"یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہیئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء، امام اور امام زادے پیر اور شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہونے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں۔

(تفہیم الایمان ص ۵۶ مطبوعہ میر محمد کراچی)

چلئے اس بحث کو رہنے دیجئے کہ نبی اکرم ﷺ کو "بھائی" کہنا چاہیئے یا نہیں۔ مولوی اسماعیل امام الوہابیہ کا یہ عقیدہ "جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔"

قرآن و سنت سے متصادم ہے یا نہیں؟

آئیے دیکھیں قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرز عمل اس

مسئلہ میں ہماری کیا رہنمائی فرماتا ہے۔

بڑے بھائی کی تعظیم ایمان نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے بڑے بھائی کی تعظیم نہ

کرے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ جب کہ محبوب خدا علیہ السلام کی تعظیم و توقیر مسلمان پر فرض

ہے۔ اگر کوئی نبی اکرم ﷺ کی تعظیم نہیں کرتا تو وہ مسلمان بھی نہیں رہتا۔

ارشاد ربانی ہے

انا ارسلک شہاد او مبشراً و نذیراً لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروہ

و توقروہ و تسجوه بکرة و اصیلاً۔

(پ ۲۶ الفتح ۸-۹)

ترجمہ:- اے نبی، ہم نے آپ کو شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور خبردار کر دینے والا

بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم و توقیر

کو اور صبح و شام اس کی تسبیح و توقیر کرتے رہو۔

اس آیت کریمہ میں خداوند قدوس نے ایمان کے فوراً بعد اپنے پیارے محبوب علیہ

الصلوة والتسليم کی تعظیم بجالانے کا حکم دیا ہے۔ بڑے بھائی کے متعلق یہ حکم تو قرآن میں

مذکور ہے اور نہ ہی ذخیرہ احادیث میں۔ معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا۔ "جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا

بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" کتاب و سنت کے منافی ہے۔

ارشاد ربانی ہے

فالذین آمنوا بہ و عزروہ و نصرورہ و اتبعوا النور الذی انزل معہ

اولئک ہم المفلحون۔

(پ ۹ الاعراف ۱۵۷)

ترجمہ:- پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا۔ وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ مصطفیٰ علیہ السلام کی تعظیم فرض ہے۔ جو تعظیم کرے گا جنت میں جائے گا اور جو تعظیم نہ کرے گا جنت کی حوا بھی نہ پاسکے گا۔

اگر نبی اکرم ﷺ کی تعظیم صرف بڑے بھائی جتنی ہی ضروری ہوتی تو خداوند قدوس ایمان والوں کو یہ حکم قطعاً صادر نہ فرماتا

يا ايها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا واسمعوا وللكافرين عذاب اليم۔

(پ۱ البقرہ ۱۰۲)

ترجمہ: اے مسلمانو! تم راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہا کرو اور سنتے رہا کرو۔ اور کافروں کو نہایت دردناک عذاب ہوگا۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری)

اسی آیت کی تفسیر میں ظہیر کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں۔

"افسوس کہ بجائے ماننے کے انہوں نے ایک عادت قبیحہ اختیار کر رکھی ہے کہ گول مول الفاظ بولتے ہیں جس سے مخاطب کچھ سمجھے اور ان کے جی میں کچھ ہو۔ چنانچہ تمہاری مجلس میں آتے ہیں تو ہمارے رسول کو دبی زبان سے "راعنا" کہہ کر گالی دے جاتے ہیں۔ جس کا مطلب تو لوگ اپنے خیال میں یہی سمجھتے ہو کہ آنحضرت سے التجا کرتے ہیں کہ ہماری طرف التفات فرمائیے مگر وہ یہودی اس سے اپنے جی میں کچھ اور ہی خیال کر کے کہتے ہیں۔ انہی کو دیکھ کر تم بھی ایسا بولنے لگ گئے ہو اس لئے ہم اعلان دیتے ہیں کہ اے مسلمانو تم راعنا مت کہا کرو گو تمہاری وہ مراد نہیں جو ان کھبختوں کی ہے پھر بھی کیا ضرورت ہے کہ ایسے کلمات بولو۔ جس سے ان کی بے ہودہ گوئی کا رواج ہو اس لئے مناسب ہے کہ یہ چھوڑ دو اور انظرنا کہا

کہ جو اسی کے ہم معنی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ جب تم رسول کی خدمت میں آؤ تو کچھ بھی نہ کہو۔ بلکہ خاموش رہو اور سنتے رہا کرو۔ اس لئے کہ بولتے بولتے انسان کو زیادہ گونئی کی عادت ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے کبھی نہ کبھی گستاخی کر بیٹھتا ہے۔ جس کے سبب سے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور کافروں کو نہایت دردناک عذاب ہوگا۔

(تفسیر ثنائی ص ۱۹)

مندرجہ بالا تفسیر کو ایک بار پھر غور سے پڑھیے تو آپ کا بال بال گواہی دے گا کہ نبی اکرم ﷺ کا ادب و احترام، تعظیم بڑے بھائی سے کروڑوں گنا زیادہ ہے۔ دوران گفتگو بڑے بھائی کی آواز سے آواز بلند ہو جائے تو نہ ایمان ضائع ہوتا ہے نہ ہی اعمال۔ لیکن محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ کا ادب ہمیں خداوند قدوس یوں سکھاتا ہے

يا ايها الذين امنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له
بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم و انتم لاتشعرون۔ ان
الذين يفضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذين امتحن الله قلوبهم
للتقوى۔ لهم مغفرة واجر عظيم۔

(پ ۲۶ الحجرات)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کیا کرو۔ اور نہ اس کے سامنے ایسے زور سے بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بولا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو خدا نے تقویٰ میں جانچ لیا ہے۔ ان کیلئے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے۔ ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

پس اے ایمان والو! نبی کا ادب یہاں تک ملحوظ رکھا کرو کہ اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کیا کرو اور نہ اس کے سامنے ایسے زور سے بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے

سامنے بولا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ سنو۔ جو لوگ اس خوف سے ہمارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لہنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ یعنی بلند آواز سے نہیں بولتے کہ مبادا ہمارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں ان لوگوں کو خدا نے تقویٰ اور پرہیزگاری میں جانچ لیا ہے وہ اس امتحان میں پاس ہو گئے ہیں اسی وجہ سے خدا کے نزدیک ان کیلئے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا پورا ادب کیا۔ جیسا کہ کرنا چاہیے۔

(تفسیر ثنائی ص ۶۱۷)

صحابہ کرام اور تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اب آئیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ دیکھیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم صرف بڑے بھائی جتنی کیا کرتے تھے یا بہت زیادہ؟
صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے جو منظر دیکھا اس کو صحابہ کے ہی ایک عالم صفی الرحمن مبارکپوری یوں تحریر کرتے ہیں۔

اس کے بعد عروہ نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کے تعلق خاطر کا منظر دیکھنے لگا پھر اپنے رفقاء کے پاس واپس آیا اور بولا اے قوم، بخدا میں قیصر و کسری اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں۔ بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں۔ جتنی محمد کے ساتھی محمد کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ کھٹکار بھی تھوکتے تھے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ شخص اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا اور جب وہ کوئی حکم دیتے تھے تو اس کی بجا آوری کے لئے سب دوڑ پڑتے تھے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس کے وضو کے پانی کیلئے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات بولتے تھے تو سب لہنی آوازیں پست کر لیتے تھے اور فرط تعظیم کے سبب انہیں

بھر پور نظر سے نہ دیکھتے تھے۔

(الرحیق المختوم ص ۵۴۰)

اگر نبی اکرم ﷺ کی تعظیم صرف بڑے بھائی جتنی ہی ہوتی تو سرور کائنات ﷺ صحابہ کرام سے فرمادیتے کہ "بڑے بھائی کے کھٹکار کو جہرہ پر نہیں ملا جاتا۔ اس کے وضو کے پچے ہوئے پانی کو لینے کیلئے والہانہ نہیں دوڑا جاتا۔ اس لئے اے صحابہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ ایسے مت کرو اس سے شرک کا دروازہ کھل جاتا ہے۔"

لیکن نبی اکرم ﷺ کا صحابہ کرام کو منع نہ فرمانا بلکہ اس تعظیم کو دیکھ کر خوش ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہابیہ کا یہ عقیدہ "جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" انتہائی برا، اور قابل نفرت ہے کیونکہ یہ بغض مصطفیٰ علیہ السلام پر مبنی ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

عقیدہ نمبر ۳:- ایمان والے اپنا آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور تعریف کرتے نہیں سکتے مولوی اسماعیل امام الوہابیہ نے مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف سے روکنے کیلئے ایک حدیث نقل کر کے ایک عجیب عقیدہ گھڑ کر پیش کر دیا۔ حدیث پاک اور اس پر امام الوہابیہ کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

"مشکوٰۃ کے باب المفاخرۃ میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ مطرف نے نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر کے ایلچیوں کے ساتھ پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا ہم نے کہ تم سردار ہو ہمارے سو فرمایا کہ سردار تو اللہ ہے پھر کہا ہم نے کہ بڑے ہمارے ہو بزرگی میں اور بڑے سخی ہو، سو فرمایا کہ خیر اس طرح کا کلام کہو یا اس سے بھی تھوڑا کلام کرو اور تم کو کہیں بے ادب نہ کر دے شیطان۔"

یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو، سو ان میں بھی اختصار کرو۔"

(تفوتہ الایمان ص ۵۹۔ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا انت سیدنا کہ آپ ہمارے سردار ہو تو اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا الیہ اللہ کہ سردار تو اللہ ہے۔

لیکن قرآن حکیم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی سید کہا گیا ہے۔ ملائکہ نے حضرت زکریا علیہ السلام سے کہا تھا

ان الله يبشرك بيحيى مصدقاً بكلمة من الله و سیداً و حصوراً و نبیاً من الصالحین۔

(پ ۲ آل عمران ۲۹)

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتا ہے آپ کو یحییٰ کی جو تصدیق کرنے والا ہو گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرمان کی اور سردار ہو گا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا ہو گا اور نبی ہو گا صالحین سے۔

اسی طرح زلیخا کے خاوند کو بھی سید کہا گیا۔ ارشاد بانی ہے

واستبقا الباب وقدت قميصه من دبر والفاء سیدھا لدا الباب۔

(پ ۱۲ یوسف ۲۵)

ترجمہ:- اور دونوں دوڑ پڑے دروازہ کی طرف اور اس عورت نے پہاڑ ڈالا اس کا کرتہ پیچھے سے اور (اتفاق سے ایسا ہوا کہ) ان دونوں نے کھڑا پایا اس کے خاوند کو دروازے کے پاس۔

رسول اکرم ﷺ نے خود اپنے بارہ میں سید کا لفظ استعمال فرمایا ہے ارشاد فرمایا انا سید الناس یوم القیامت۔ قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۴۷۰)

انا سید ولد آدم يوم القيامة

قیامت کے دن میں پوری اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔

(رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۱)

خود نبی اکرم ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو "سید" فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق منبر پر ارشاد فرمایا۔ ابی ہذا سید۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۲)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا

فاطمة سيدة نساء اهل الجنة

فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۲)

حسین کریمین کے متعلق یوں ارشاد فرمایا

الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة

حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۷)

ایک مرتبہ حضرت سعد بن معاذ مسجد کے قریب آئے تو قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خیرکم او سیدکم نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تم میں بہتر ہیں یا فرمایا تمہارے سید ہیں۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۷)

ایک حدیث میں ہے نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد کے آنے پر صحابہ سے فرمایا

"قوموا الی سیدکم" اپنے سردار کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۹۲۶)

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے

ابوبکر سیدنا، واعثق، سیدنا یعنی بلالاً

ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی حضرت بلال کو آزاد کرایا۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۱)

امام الوحابیہ دہلوی جی کی پیش کردہ حدیث میں ہے کہ سید صرف اللہ ہے جب کہ مندرجہ بالا نصوص سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مخلوق پر بھی لفظ سید استعمال ہوا ہے۔ اس لئے لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ خداوند قدوس کی سیادت حقیقی اور ذاتی ہے۔ جب کہ مخلوق کیلئے سیادت مجازی اور عطائی ہے۔

پھر دہلوی کی پیش کردہ حدیث کے الفاظ قولوا بقولکم او بعض قولکم کے معانی علماء نے مختلف بیان کئے ہیں۔

۱۔ ایک وہابی عالم شمس الحق عظیم آبادی اور ایک دیوبندی عالم علیل احمد سہارنپوری نے ان الفاظ کو تواضع پر معمول کیا ہے۔

(عمون العبود شرح ابوداؤد۔ ج ۳ ص ۳۰۳۔ بذل البھود ج ۶ ص ۲۳۴)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لا ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متی

کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ یونس بن متی سے اپنے آپ کو بہتر کہے۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۳۸۱)

حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت مندرجہ بالا الفاظ تواضع پر معمول ہیں کیونکہ خود نبی

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "فصلت علی الانبیاء بست" چھ چیزوں کی وجہ سے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔

(رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۴)

جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت فضیلت نہ دینے کا ارشاد تو واضح پر معمول

ہے اسی طرح قولوا بقولکم او بعض قولکم والا ارشاد بھی تو واضح پر معمول ہے۔

۲۔ وحابی عالم عظیم آہادی صاحب امام جلال الدین سیوطی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ

یہاں حذف و اختصار ہے۔ دعوا سید او قولوا انبیاء اور سولا کہ مجھے سید نہ کہو بلکہ نبی اور رسول کہو۔

(عون المعبود ص ۳ ص ۴۰۲)

۳۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو سید کہنے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ وہ لوگ نبوت و ولی سرداری کو

دنیاوی سرداروں کی طرح سمجھتے تھے۔ اس لئے منع فرما دیا۔

۴۔ آپ ﷺ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ ابھی آپ کو "سیادت کل" کی بشارت نہ

سنائی گئی تھی۔

ہم نے حدیث پاک کی نہایت اختصار کے ساتھ تشریح کر دی ہے۔ جس سے محمد اللہ

آپ کے ذہن مطمئن ہو گئے ہوں گے۔ لیکن ستیاناس ہو وھا بیانہ گندی ذہنیت کا کہ کھینچ

تان کر بغض نبی کا زہر عامۃ الناس کو پلانے کیلئے مندرجہ ذیل نتیجہ پیش کر دیا۔

"یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو

وہی کرو سوان میں بھی اختصار کرو۔"

(تفوتہ الایمان ص ۵۹)

اگر یہ نتیجہ بیان ہوتا کہ تعریف کرتے ہوئے خدا، خدا کا بیٹا نہ کہہ دنا۔ شرک کی حدوں

میں داخل نہ ہو جانا۔ تو درست ہوتا۔ لیکن کیا واقعی اللہ کے محبوب انبیاء اور رسولوں کے امام،

جس کا وزیر جبرئیل بھی ہو اور میکائیل بھی۔ جو رحمت کائنات بن کے آیا ختم نبوت کا تاج

سر پر سجا کے دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ اس کی تعریف بشر سے بھی کم کی جائے۔ نہیں، نہیں

ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم تو یہی عرض کریں گے۔

شُرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب

اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

آئیے دیکھیں اس محبوب علیہ السلام کی تعریف کون کون کرتا ہے اور کس انداز

ے۔ ارشادِ ربانی ہے

ان الله وملكته يصلون على النبي- ياللها الذين آمنوا صلوا عليه
وسلموا تسليماً-

(پ ۲۲- احزاب)

ترجمہ:- بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة بھیجتے رہتے ہیں۔ اے
ایمان والوں تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام ضرور بھیجو۔

اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر جو صلوة نازل فرماتا ہے علماء نے اس کے متعدد معانی
بیان فرمائے ہیں لیکن حضرت سیدنا ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی صحیح بخاری میں یوں
موجود ہے۔ صلوة اللہ ثناؤہ علیہ عند السلاکۃ اللہ تعالیٰ کو، سی کریم ﷺ پر صلوة یہ ہے کہ وہ
فرشتوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کی تعریف فرماتا ہے۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۷۰۷)

جس کی تعریفیں فرشتوں کا اجتماع فرما کر پروردگار فرمائے۔ اس کے متعلق یوں کہنا کہ
ان کی تعریف بشر کی سی کو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔ "پر لے درجے کی بدبختی نہیں تو
اور کیا ہے۔

آپ ﷺ کی تعریف کما حقہ کرنے سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی خود
کو عاجز پاتے تھے۔ زرقانی شریف میں ہے

ان خالد بن الولید خرج فی سرية من السرايا فنزل ببعض الاحياء
فقال له سيد ذلك الحي صف لنا محمد ا فقال امانى افصل فلا

لعجزی عن التفصیل لان صفاته لا یمكن الاحاطة بها۔ (زرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۷۱)

ترجمہ:- حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک لڑائی کیلئے تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک بستی میں اترے۔ بستی کے سردار نے کہا محمد ﷺ کی تعریف فرمائیے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا آپ ﷺ کے کمالات و صفات کا احاطہ ناممکن ہے اس لئے تفصیل سے ان کی تعریف کرنے سے میں عاجز ہوں۔

معلوم ہوا کہ صحابی تو نبی اکرم ﷺ کی تعریف کما حقہ کرنے سے عاجز ہیں۔ لیکن وہابی راگ الاپ رہے ہیں کہ "صرف بشر کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو" بستی کے سردار نے عرض کی اگر آپ محمد ﷺ کی تفصیلی تعریف نہیں کر سکتے تو بطور اجمال ہی کچھ بیان فرمادیجئے۔ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا

انہ بالغ الغایة فکل ماتصور فیہ من کمال دون ماثبت لہ۔

(زرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۷۱)

ترجمہ:- محمد ﷺ ہر کمال اور خوبی کی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں۔ جو کمال اور مرتبہ نبی اکرم ﷺ کیلئے تصور کیا جاسکتا ہے۔ محمد ﷺ کے کمالات میں ان تصورات سے بھی بڑھ کر ہیں۔

اب ظاہر بات یہی ہے کہ سچی تعریف ہمیشہ کسی نہ کسی حسن، کمال اور خوبی کی ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی ایسے کی تعریفیں شروع کر دے جس میں نہ تو کوئی کمال ہو اور نہ ہی خوبی تو یہ تعریف جھوٹی تعریف کہلانے لگی۔

جب نبی اکرم ﷺ کے کمالات کی کوئی حد نہیں ہے تو آپ کی سچی تعریف کی بھی کوئی حد نہیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی امام الوہابیہ کا یہ کہنا کہ آپ کی تعریف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو "نبی اکرم ﷺ کے کمالات گھٹانے کے مترادف ہے لیکن

تو گھٹانے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے

جب بڑھانے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

سچ ہے مومن اور کافر و منافق کے مابین فرق کرنے والی ذات محمد کریم ﷺ کی ہے جو آپ پر ایمان لائے آپ کی تعظیم بجالائے تعریف کرے وہ مومن اور جو آپ کی تعریف سن کر جلے وہ کافر و منافق ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرق بین الناس

محمد ﷺ لوگوں کے درمیان فرق کر دینے والے ہیں۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۸۱)

اب آئیے دیکھیں کہ نبی اکرم ﷺ کو کتنے کمالات عطا فرمائے ہیں تاکہ انہی کمالات کے حساب سے آپ ﷺ کی تعریف کی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثرت سے کمالات عطا فرمائے ہیں تو آپ کی تعریف کثرت سے کرنی چاہیے اور اگر اختصار سے کمالات دیئے تو اختصار سے۔ ارشادِ بانی ہے

انا اعطیناک الکوثر۔

(پ ۲۰۔ الکوثر)

ترجمہ :- ہم نے تجھ کو بہت سی خیر و برکت دے رکھی ہے۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۷۳۰)

اسی آیت کی تفسیر میں ظہیر کے شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔ اے رسول یہ لوگ تو تجھے ہر قسم کی برائی سے آلودہ جانتے بلکہ ابتر (بے اولاد) بھی کہتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک تو ہر امر خیر و برکت ہے ہم نے تجھ کو بہت سی خیر و برکت دے رکھی ہے جس کا ظہور وقتاً فوقتاً ہوتا رہے گا۔ کوثر کے معنی خیر کثیر ابن عباس سے آئے ہیں۔ (معالم وغیرہ)۔

(تفسیر ثنائی ص ۷۳۰)

دیوبندی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

کوثر کے معنی "خیر کثیر" کے ہیں۔ یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری۔ یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے۔۔ "البحرالمحیط" میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کئے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی دنیاوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں جو آپ کو یا آپ کے طفیل میں امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت وہ حوض کوثر بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے۔

(تفسیر عثمانی ص ۷۸۸)

(اے ارحم الراحمین۔ اس خطا کار و سیاہ کار کو بھی اس سے سیراب فرمائیے) آمین۔

سو ودی صاحب لکھتے ہیں۔

کوثر کا لفظ:- یہاں جس طرح استعمال کیا گیا ہے اس کا پورا مفہوم ہماری زبان تو درکنار، شاید دنیا کی کسی زبان میں بھی ایک لفظ سے ادا نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے لغوی معنی تو بے انتہا کثرت کے ہیں۔ مگر جس موقع پر اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اس میں محض کثرت کا نہیں بلکہ خیر اور بھلائی اور نعمتوں کی کثرت اور ایسی کثرت کا مفہوم نکلتا ہے جو افراط اور فراوانی کی حد کو پہنچتی ہوئی ہو اور اس سے مراد کسی ایک خیر یا بھلائی یا نعمت کی نہیں بلکہ بے شمار بھلائیوں اور نعمتوں کی کثرت ہے۔

(تفسیر القرآن جلد ۶ ص ۳۹۲)

معلوم ہوا کہ جب نبی اکرم ﷺ کو ملنے والے کمالات، خوبیوں، بھلائیوں کی ہماری معلومات سے اعتبار سے کوئی حد نہیں ہے تو آپ کی تعریف، صفت و ثناء کی بھی کوئی بشر حد بندی نہیں کر سکتا۔

ایک اور طرح

ہم اسی بات کو ایک اور طرح بھی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا
ثلاث من کن فیہ وجد خلاوة الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ
مما سواہما

تین چیزیں جس میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا۔ اللہ اور اس کا رسول باقی ہر چیز
سے محبوب تر ہوں۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۷)

نیز ارشاد فرمایا

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین
تم میں سے کوئی شخص اتنی دیر تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے باپ، اولاد
اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۷)

معلوم ہوا کہ جس شخص کے دل میں باقی تمام مخلوقات سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے
محبت ہے وہ ایمان کی خلوت پائے گا۔ ایمان دار ہو گا اور جس شخص کے دل میں رسول
اللہ ﷺ کی بجائے کسی اور مخلوق سے زیادہ محبت ہو گی وہ بے ایمان ہو جائے گا۔

ظاہر بات ہے کہ آدمی کسی نہ کسی کمال اور خوبی کی بناء پر ہی کسی سے محبت کرتا
ہے۔ جس میں نہ تو کوئی خوبی ہو نہ ہی حسن و کمال۔ بندہ طبعی طور پر اس سے محبت کر ہی
نہیں سکتا ہے۔ کسی کو محبت ہوتی ہے ظاہری حسن و صورت سے، کسی کو علم و شجاعت سے
کسی کو علم و سخاوت سے وغیرہ وغیرہ۔ اب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی سمجھئے۔ فرمایا اگر
کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر کسی اور مخلوق سے محبت کرے گا تو اس کا معنی و مضموم یہ ہو گا کہ وہ
اس کمال و خوبی میں کسی اور کو مجھ سے بڑھا ہوا مانتا ہے اور جو شخص کسی بھی کمال و خوبی میں

کسی اور مخلوق کو مجھ سے بڑھایا ہوانا نے وہ ایماندار نہیں ہو سکتا۔

جب ہر ہر کمال اور ہر ہر خوبی میں رسول اللہ ﷺ ہر مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں تو ہر مخلوق سے بڑھ کر آپ کی تعریف بھی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ تعریف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اختصار کی تلقین کرنے والے حلاوت ایمان سے بے بہرہ ہیں۔ ارشادِ بانی ہے

ورفعنا لک ذکرک۔

(پ ۲۰ الانشراح ۲)

ترجمہ :- اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔

اس آیت کریمہ نے واضح طور پر ہمیں بتلا دیا۔ جتلا دیا کہ محبوب ﷺ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے محبوب کے ذکر کو بلند کر دیا ہے اور اب جو شخص اس بلند ذکر میں اختصار، کمی کی تلقین کرے تو اس کا مقابلہ ہم اہل سنت کی بجائے براہ راست خداوند قدوس سے ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب کے خلیفہ مجاز عبد الماجد صاحب دریا آبادی لکھتے ہیں۔

چنانچہ کلمہ شہادت میں، اذان میں، اقامت میں تشہد میں خالق کے نام کے ساتھ ساتھ اگر مخلوق میں سے کسی کا نام آتا ہے تو وہ آپ ہی کا۔ ورفعنا ضمیر مستکلم قابل غور ہے۔ آپ کا آواز تو ہم نے بلند کر رکھا ہے۔ نہ کسی کی مخالفت چلنے پانی نہ کسی معاند کی کوئی تدبیر کارگر ہونے پائی۔ لک ل تخصیص کا ہے۔ یعنی ایسی رفعت آپ ہی کیلئے ہے۔ کوئی اس تک آپ کا شریک نہیں۔ رفع ذکر (آواز بلند) کی ایک فردیہ بھی ہے کہ منکرین و معاندین میں جو چوٹی کے سردار و اکابر ہیں ان تک کو آپ کی عظمت و جلالت کا اعتراف ہے۔

(تفسیر ماجدی ص ۱۲۰۰)

مودودی صاحب لکھتے ہیں

پھر تیسرے مرحلے کا افتتاح خلافت راشدہ کے دور سے ہوا جب آپ کا نام مبارک

تمام روئے زمین میں بلند ہونا شروع ہو گیا۔ یہ سلسلہ آج تک بڑھتا ہی جا رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک بڑھتا چلا جائے گا۔ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی کوئی بستی موجود ہو۔ اور دن میں پانچ مرتبہ اذان میں با آواز بلند محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو۔ نمازوں میں حضور پر درود نہ بھیجا جا رہا ہو۔ جمعہ کے خطبوں میں آپ کا ذکر خیر نہ کیا جا رہا ہے اور سال کے بارہ مہینوں میں سے کوئی دن اور دن کے ۲۴ گھنٹوں میں سے کوئی وقت ایسا نہیں ہے جب روئے زمین میں کسی نہ کسی جگہ حضور کا ذکر مبارک نہ ہو رہا ہو۔ یہ قرآن کی صداقت کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے کہ جس وقت نبوت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ورفعلنا لک ذکرک اس وقت کوئی شخص بھی یہ اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ یہ رفع ذکر اس شان سے اور اتنے بڑے پیمانے پر ہو گا۔ حدیث میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جبریل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح تمہارا رفع ذکر کیا؟ میں نے عرض کیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا۔" (ابن جریر، ابن ابی حاتم، مسند ابو یعلیٰ، ابن المنذر، ابن حبان، ابن مردویہ، ابو نعیم) بعد کی پوری تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ یہ بات حرف بحرف پوری ہوئی۔

(تفسیر القرآن ج ۶ ص ۳۸۱-۳۸۲)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں آپ ﷺ کا رفع ذکر اس طرح ہوا کہ آپ کو نبوت عطا ہوئی۔ آپ کی شہرت زمین اور آسمانوں میں پھیلی، آپ کا نام نامی اسم گرامی عرش پر لکھا گیا۔ شہادت اور شہد میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ آپ کا ذکر خداوند قدوس نے پہلی کتابوں میں فرمایا آفاق میں آپ کا چرچا پھیلا۔ آپ پر ہی نبوت ختم ہوئی۔ خطبوں میں، اذان میں، کتابوں کی ابتداء اور انتہاء میں آپ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر ملا دیا۔

والله ورسوله احق ان يرضوه، ومن يطع الله ورسوله، اطيعوا الله
واطيعوا الرسول۔

اللہ تعالیٰ جہاں دیگر انبیاء کو نام لیکر یا موسیٰ، یا عیسیٰ کہہ کر خطاب فرماتا ہے وہیں آپ کو رسول اور نبی کے مقدس القاب یا ایما الرسول، یا ایما النبی کہہ کر پکارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یاد کو قلوب میں اس طرح جاگزیں کر دیا ہے کہ وہ آپ کے ذکر سے خوش ہوتے ہیں اور یہی ارشاد ربانی سبحل لهم الرحمن ودا (رب الرحمن ان کیلئے محبت پیدا فرما دے گا) کا معنی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ میں جہاں کو تیرے پیروکاروں سے بھر دوں گا۔ وہ سب تیری تعریف کریں گے۔ تیرے اوپر درود پڑھیں گے۔ تیری سنتوں کی حفاظت کریں گے۔ بلکہ کوئی فرض نماز ایسی نہیں جس میں سنت بھی ساتھ نہ ہو۔ فرائض میں وہ میرے حکم کی اتباع کریں گے تو سنن میں تیرے امر کی۔ میں نے تیری اطاعت کو اپنی اطاعت اور تیری بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا ہے۔

من يطع الرسول فقد اطاع الله، ان الذين يبایعونک انما يبایعون الله
سلاطین تیرے پیروکاروں کو ناپسند نہ کریں گے۔ بلکہ جاہل سے جاہل بادشاہ کو بھی یہ جرات نہ ہوگی کہ تیرے قبیلہ کے علاوہ کسی اور قبیلہ میں سے کسی کا ہقرر۔ ہمیشہ خلیفہ کر سکے۔ قراء تیرے مشور کے الفاظ کو حفظ کریں گے اور مفسرین تیرے فرقان کے معنوں کی تفسیر کریں گے و اعظین تیرے ہی وعظ کو آگے پہنچائیں گے۔ بلکہ علماء اور سلاطین تیری بارگاہ میں پہنچیں گے اور دروازہ سے پیچھے ہی تجھ پر سلام عرض کریں گے۔ تیرے روضہ کی خاک اقدس کو اپنے چہرہ پر ملیں گے، اور تیری شفاعت کی امید رکھیں گے۔ قیامت تک تیری بزرگی قدر و منزلت باقی رہے گی۔

(تفسیر کبیر ۳۲ ص ۵-۶ مطبوعہ ایران)

مخالفین کی تفاسیر اور امام اہلسنت فخر الدین رازی کی عقیدت بھری تحریر کا ترجمہ پڑھ

کر تو آپ کو یقین ہو گیا ہوگا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے دشمن تیرے
 نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
 ورفنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
 بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

ہم آج بھی فرقہ وصابیہ کے پیروکاروں سے گزارش کریں گے کہ ابھی وقت ہے
 عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم گھٹانے والی باتوں سے توبہ کریں اور ہمارے ساتھ مل کر اللہ
 کے پیارے محبوب علیہ السلام کی عظمت کے ڈنگے بجائیں تاکہ قبر و حشر میں رحمتہ اللعالمین،
 شفیع المذنبین کی شفاعت کے حقدار ہو سکیں۔

عقیدہ نمبر ۴:- لام الوصابیہ نے انبیاء، اولیاء کی عظمت ختم کرنے کیلئے ایک اور عجیب
 عقیدہ پیش کیا ہے چنانچہ لکھتا ہے اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ
 کی شان کے آگے چہرے سے بھی ذلیل ہے۔"

(تفسیر الایمان ص ۲۵)

یعنی چہرے کی پھر بھی کچھ نہ کچھ عزت ہے لیکن انبیاء و اولیاء۔۔۔۔۔

استغفر اللہ العظیم۔۔۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اسی بات کو ایک اور جگہ یوں لکھا "اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء، اولیاء اس کے
 روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔"

(تفسیر الایمان ص ۵۳)

یعنی ذرہ ناچیز کا تو پھر بھی کوئی نہ کوئی مقام ہے لیکن انبیاء و اولیاء اس ذرہ ناچیز سے
 بھی گئے گزرے ہیں۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

الرحم الرحمن اپنے محبوب علیہ السلام کے صدقہ سے ایسے گندے عقیدہ سے ہمیں محفوظ رکھنا۔
(نوٹ) اس عبارت پر تفصیلی بحث باب نمبر ۲ میں گذر چکی ہے۔ اعادہ کی حاجت نہیں
ہے۔

عقیدہ نمبر ۵:- رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا
ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ وہابی عقائد کی بنیاد محبوبان خدا کی توہین و تنقیص پر رکھی
گئی ہے۔ اور اس مقصد کیلئے وہ بددیانتی کی تمام حدیں بھی توڑ دیتے ہیں۔
اس کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک حدیث نقل کر کے ایک انتہائی مضحکہ
خیز نتیجہ، عقیدہ پیش کیا ہے۔ پہلے دہلوی جی کی نقل کردہ حدیث اور اسپر دہلوی جی کا پیش
کردہ نتیجہ ملاحظہ ہو اور بعد میں اس پر ہمارا تبصرہ

اخرج فی شرح السنة عن حذیفة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا
تقولوا ماشاء اللہ و شاء محمد و قولوا ماشاء اللہ وحده
ترجمہ:- مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ شرح السنۃ میں ذکر کیا کہ نقل کیا حذیفہ نے کہ
پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کرو جو چاہے اللہ اور محمد اور بولا کرو جو چاہے اللہ فقط۔
ف۔ یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔ سو اس میں اللہ کے ساتھ
کسی مخلوق کو نہ ملائے۔ گو کتنا ہی بڑا ہو۔ اور کیسا ہی مقرب مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول
چاہے گا تو فلانا کام ہو جائے گا۔ کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے۔
رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(تفویض الایمان ص ۵۵ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ مرکز علم ادب آرام باغ کراچی)
یہی حدیث اب مشکوٰۃ سے ملاحظہ ہو اور وہابیہ کی بددیانتی دیکھ کر اندازہ فرمائیے کہ توہین

اور تفسیر کا مادہ ان کے دل و دماغ میں کس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا۔

عن حذیفة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقولوا ماشاء اللہ و شاء فلان ولكن قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلان رواہ احمد و ابوداؤد و فی روایة منقطعاً قال لاتقولوا ماشاء اللہ و شاء محمد و قولوا ماشاء اللہ و حده رواہ فی شرح السنة۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۸-۲۹۔ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اس طرح نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں شخص چاہے بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے اور پھر فلاں چاہے۔ اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں بطریق انقطاع آیا ہے کہ آپ نے فرمایا یوں نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور جو محمد چاہیں۔ بلکہ یوں کہو کہ جو صرف اللہ چاہے اس روایت کو بغوی نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے۔

اگر مولوی اسماعیل دہلوی مشکوٰۃ کی یہ پوری عبارت نقل کرتا تو یہی نتیجہ نکلتا کہ خداوند قدوس کی مشیت حقیقی ہے، ذاتی ہے اور محبوبان خدا کی مشیت خداوند قدوس کی مشیت کے تابع ہے۔ اس لئے ایسا لفظ نہیں بولنا چاہیے جس سے خداوند قدوس اور محبوبان خدا کی مشیت میں مساوات کا وہم پیدا ہوتا ہے۔

لیکن ستیاناس ہو ہا بیانہ گندی ذہنیت کا کہ مشکوٰۃ کے وہ الفاظ جو کہ سنداً صحیح تھے اور محبوبان خدا کی بالتبع مشیت کو واضح کر رہے تھے۔ ان کو شیر مادر کی طرح ہضم کر کے منقطع اور ضعیف روایت نقل کر کے نبی اکرم ﷺ کی بالتبع مشیت کا بھی انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

اسی گندی ذہنیت کو چند صفحات قبل یوں بیان کیا

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

(تفسیر الایمان ص ۴۳ مطبوعہ میر محمد کراچی)

لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم

آئیے اب کتاب و سنت کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔ محبوب اکرم ﷺ پر خداوند قدوس کی بخشش اور عطاء ملاحظہ فرمائیے کہ "رسول کے چاہنے سے کیا کچھ ہو جاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ تمویل قبلہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے

قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها۔

(پارہ دوم سورہ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۴۲)

ترجمہ:- ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف۔ تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ تمویل قبلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی رضا اور خوشنودی کو پیش نظر رکھا ہے۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سورۃ الضحیٰ میں رسول اکرم ﷺ کی عظمت و شان کا اظہار فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے

ولسوف يعطيك ربك فترضى۔

(پارہ ۳۰۔ سورۃ الضحیٰ آیت ۵۰)

ترجمہ: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے پچھلی آیت کریمہ میں ان نعمتوں کا ذکر تھا جو عطا فرمادی

گئیں۔ اور اس آیت میں ان نعمتوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ خلاصہ یہی ہے۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلا قول اللہ تعالیٰ فی ابراہیم رب انہن
اضللن کثیراً من الناس فمن تبغنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور
رحیم الایۃ وقال عیسیٰ علیہ السلام ان تعذبہم فانہم عبادک وان
تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم۔ فرغ یدیہ وقال اللہم امتی امتی
وبکی فقال اللہ عزوجل یا جبریل اذہب الی محمد وربک اعلم فسالہ
مایبکیک فاتاہ جبریل علیہ السلام فسالہ فاخبر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بما قال وهو علم وقال اللہ عزوجل یا جبریل اذہب الی
محمد فقل اناسنرضیک فی امتک ولا نسوؤک۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۱۳۳۔ اصح المطابع نور محمد کارخانہ تجارت
کتب کراچی۔)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی
تکلیف فرمائی۔

رب انہن اضللن کثیراً من الناس فمن تبغنی فانہ منی ومن عصانی
فانک غفور رحیم

اے میرے رب ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ جو شخص میرا پیروکار ہو گا وہ
میرے راستے پر ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو اس کو بخشنے والا مہربان ہے اور وہ
آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے

ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم
اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو
غالب حکمت والا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور فرمایا "میری

امت کو بخش دے۔ "میری امت کو بخش دے۔" پھر حضور ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کو خبر دی (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جبریل سے کہا اے جبریل محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے۔ اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔ لہذا اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

ما اری ربک الا یسارع فی ہواک

(بخاری شریف ج ۲ ص ۶-۷۔ نور محمد۔ اصح المطابع آرام باغ کراچی)

مسلم شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں

واللہ ما اری ربک الا یسارع لک فی ہواک۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۲۷۳۔ نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی)

ترجمہ:- مجھے اللہ کی قسم ہے یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں بڑی جلدی فرماتا ہے۔

معلوم ہوا

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری ماں مشرکہ تھی

اور میں لہنی ماں کو اسلام کی طرف بلاتا تھا۔ ایک دن میں نے لہنی ماں کو دعوت دی تو میری ماں نے جواب میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق وہ وہ باتیں کہیں جو مجھے برسی برسی لگیں تو میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں روتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمائے تو آپ ﷺ نے دعا مانگی

اللهم اهد ام ابی ہریرہ

اے اللہ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرمائے۔ حضرت ابوہریرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی یہ دعائے ہدایت سن کر خوش خوش گھر کی طرف چلا۔ دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ میری ماں نے میرے قدموں کی آواز سنی تو کہا اے ابوہریرہ لہنی جگہ پر ٹھہر، اور میں پانی کے گرنے کی آواز سن رہا تھا۔ میری ماں نے غسل کیا۔ کپڑے پہنے، دروازہ کھولا پھر کہا ابوہریرہ

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمداً عبده ورسوله

میں یہ سن کر خوشی سے روتا ہوا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اللہ کی تعریف کی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵ باب فی المعجزات)

مشہور غیر مقلد مولوی اسماعیل سلفی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ "یہ حدیث بھی معجزہ ہے کہ فوراً آپ کی دعا قبول ہو گئی۔ صاحب مصابیح نے اس حدیث کو مختصر کر دیا ہے اور اس کے بعد اتنا اور زیادہ ہے۔" میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ عزوجل سے دعا کیجئے کہ میری اور میری ماں کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دے۔ اور ماں کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ تب رسول اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کی یعنی ابوہریرہ اور ان کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور مومنوں کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دے۔ پھر کوئی مومن ایسا نہیں پیدا ہوا جس نے میرے کو سنا

ہو یا دیکھا ہو مگر محبت رکھی اس نے مجھ سے انتہی صاحب مشکوٰۃ نے اس کو ترک کیا ہے وجہ نہیں معلوم حالانکہ اس ٹکڑے کو بھی معجزات کے ساتھ بڑا تعلق ہے۔ کیونکہ جیسی آپ نے دعا فرمائی ویسا ہی ہوا۔

(شرح مشکوٰۃ شریف مولوی اسماعیل سلفی ج ۳ ص ۳۵۶)

نوٹ:- مولہ بالا حدیث پاک مسلم شریف جلد دوم کے صفحہ نمبر ۳۰۱ پر بھی مکمل طور پر موجود ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ "رسول کے چاہنے سے خداوند قدوس دلوں کی حالتیں بھی تبدیل فرماتا ہے۔"

صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

قال اصابت الناس سنة على عهد النبي صلى الله عليه وسلم فبينما النبي صلى الله عليه وسلم يخطب في يوم الجمعة قام اعرابي فقال يا رسول الله هلک المال وجامع العيال فادع الله لنا فرفع يديه وما نرى في السماء قرعة فوالذي نفسي بيده ما وضعها حتى ثار السحاب امثال الجبال ثم لم ينزل عن منبره حتى رايت المطر يتحادر على لحيته فمطرنا يومنا ذلك ومن الغد ومن بعد الغد والذين يليه حتى الجمعة الاخرى فقام ذلك الاعرابي او غيره فقال يا رسول الله لتهدم البناء وغرق المال فادع الله لنا فرفع يديه فقال اللهم حوالينا ولا علينا فما يشير بيده الى ناحية من السحاب الا انفرجت وصارت المدينة مثل الجوبته وسال الوادي قناة شهراً ولم يجى احد من ناحية الا حدث بالجود۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۲۷۔ باب الاستسقى في الخطبة يوم الجمعة۔)

نور محمد اصبح المطابع کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)
 ترجمہ:- نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں لوگوں پر قحط پڑا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ نبی کریم ﷺ
 جمعہ کے دن کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا یا رسول
 اللہ ﷺ مال ہلاک ہو گیا اور اہل و عیال بھوکے رہ گئے۔ آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا
 فرمائیے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے اور ہم آسمان میں بادل کا ایک
 ٹکڑا بھی نہیں دیکھتے تھے۔ تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے آپ
 ابھی دن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھ آئے اور آپ ﷺ ابھی منبر سے
 نیچے تشریف نہیں لائے تھے کہ میں نے آپ کی ریش مبارک پر بارش کے قطرے ٹپکتے
 دیکھے۔ غرض کہ اس سارے دن بارش برستی رہی۔ پھر اس کے بعد والے دن بھی۔ پھر اس
 کے بعد والے دن۔ پھر اس کے بعد والے دن۔ پھر اس بعد والے دن یہاں تک کہ دوسرا
 جمعہ آ گیا۔ وہی اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ گھر گر گئے۔ مال غرق ہو گیا اب
 تو اللہ سے ہمارے لئے دعا فرما دیجئے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ
 ہمارے ارد گرد برسا ہم پر نہ برسا۔ پھر نبی کریم ﷺ بادل کے جس کونے کی طرف اشارہ
 فرماتے اور اس سے بادل ہٹ جاتا اور مدینہ شریف گویا ایک گول دائرہ بن گیا اور قنات کا نالہ
 ایک مہینہ بھر تک برابر بہتا رہا۔ اور جو بھی باہر سے آیا اس نے یہی بتایا کہ خوب بارش ہو
 رہی ہے۔

ثابت ہوا۔ رسول ﷺ کے چانے سے اہل مدینہ کو قحط سے نجات مل گئی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوم خبير لا عطيين هذه الراية
 غدا رجلاً يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحب الله ورسوله
 قال فبات الناس يدوكون ليلتهم ايهم يعطاها فلما اصبح الناس غدوا

علی رسول الله صلی الله علیہ وسلم کلہم یرجون ان یعطاهما فقال ابن
 علی ابن ابی طالب فقالوا ہو یرسول الله یشتکی عینیہ قال فارسلوا
 الیہ فآلی بہ فبصق رسول الله صلی الله علیہ وسلم فی عینیہ ودعاه
 فبرا حتی کان لم یکن بہ وجع فاعطاه الراية۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۶۰۵ باب غزوه خیبر۔ نور محمد۔ اصح

المطابع۔ کارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ۔ کراچی)

ترجمہ:- نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس
 کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح کرا دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اور
 اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ ساری رات لوگ کھسر پھسر
 کرتے رہے کہ دیکھئے جھنڈا کس کو ملتا ہے۔ صبح ہوتے ہی سب لوگ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ
 میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک کا خیال تھا کہ شاید جھنڈا مجھ کو ملے آپ نے پوچھا علی بن ابی
 طالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی تو آنکھیں دکھ رہی ہیں۔
 آپ نے ارشاد فرمایا ان کو بلو۔ کچھ لوگ حضرت علی مرتضیٰ کو لیکر حاضر ہوئے۔ نبی
 کریم ﷺ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کیلئے دعا فرمائی۔ پھر تو وہ ایسے
 تندرست ہو گئے جیسے ان کی آنکھیں کبھی دکھی ہی نہ تھیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی
 کو جھنڈا عطا فرمایا۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا اس موقع پر فوراً شفا یاب ہو جانا

اس بات کی دلیل ہے کہ

خدا چاہتا ہے رضا محمد ﷺ

نبی اکرم ﷺ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو قریش مکہ نے آپ ﷺ سے

اس سفر معراج کی کوئی نشانی طلب کی۔ مولوی اشرف علی تھانوی اس نشانی کی متعلق حدیث

نقل کرتے ہیں۔

یہی سہتی کی روایت میں ہے کہ آپ سے نشانی کی درخواست کی تو آپ نے ان کو بدھ کے دن قافلہ کے آنے کی خبر دی۔ جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو آفتاب چھپنے سے رک گیا یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ نے بیان فرمایا تھا آگئے۔

(نشر الطیب ص ۸۶۔ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ پاکستان۔ نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۲۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ لبنان)

مجمع الزوائد میں ہے

عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر الشمس فتا خرت ساعة من نهار رواه الطبرانی في الاوسط واسناده حسن۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۹۔ مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت لبنان) ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج کو حکم دیا تو وہ دن کی ایک پوری ساعت متاخر ہو گیا اس حدیث کو حافظ طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی دعا سے سورج اپنے مقررہ وقت سے کافی تاخیر سے غروب ہوا اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سورج پر بھی حکومت عطا فرمائی تھی اور سورج نبی اکرم ﷺ کے حکم سے چلتا تھا۔

ثابت ہوا کہ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ عقیدہ پیش کرنا کہ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" بالکل غلط، خود ساختہ اور قرآن و سنت سے متصادم ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

و النبي صلى الله عليه وسلم صلى الظهر بالصهباء ثم ارسل عليا عليه السلام في حاجة فرجع وقد صلى النبي صلى الله عليه وسلم العصر فوضع النبي صلى الله عليه وسلم راسه في حجر علي فلم يحركه حتى غابت الشمس فقال النبي صلى الله عليه وسلم اللهم ان عبدك عليا احتبس بنفسه علي نبيك فرد عليه شرقها. قالت اسماء فطلعت الشمس حتى وقعت على الجبال وعلى الارض ثم قام علي فتوضا وصلى العصر ثم غابت وذلك في الصهباء.

(مشكل الاثار للامام ابى جعفر الطحاوى ج ۲ ص ۹ مطبوعه دار صادر - بيروت)

ترجمہ:- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مقام صہبہ میں ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ کو کسی کام کیلئے بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز ادا فرما چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا سر انور حضرت علی کی گود میں رکھ دیا۔ تو حضرت علی نے اپنی گود کو حرکت تک نہ دی۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے عرض کی۔ اے اللہ بے شک تیرے بندے علی نے اپنے آپ کو تیرے نبی کیلئے روک رکھا تھا۔ تو اس کیلئے سورج واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ پھر سورج نکلا یہاں تک کہ اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ پھر حضرت علی کھڑے ہوئے، وضو فرمایا اور نماز عصر ادا کی۔ پھر سورج غروب ہوا اور یہ واقعہ مقام صہبہ کا ہے۔

امام طحاوی نے اسی حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بھی نقل کیا ہے اس میں دعا کے

الفاظ یہ ہیں

اللهم انه كان في طاعتك وطاعة رسولك فاردد عليه الشمس.

(مشکل الاثار للامام ابی جعفر الطحاوی۔ ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دارصادر۔
بیروت)

ترجمہ:- اے اللہ بے شک علی تیری عبادت میں تھا اور تیرے رسول کی اطاعت کر رہا تھا۔
پس اس پر سورج واپس فرما۔

معلوم ہوا رسول اللہ کے چاہنے سے ڈوبا ہوا سورج بھی واپس آگیا۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

(نوٹ) بعض لوگوں نے اس واقعہ "رد شمس" کا انکار کیا ہے۔ سیدی و ابی فقیہہ عصر استاد
العلماء حضرت علامہ مفتی ابو سعید محمد امین صاحب مدظلہ نے اس پر ایک بہترین رسالہ
"رد شمس" ہی کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ نہایت قیمتی علمی خزانہ ہے ناظرین ضرور اس کا
مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث کے متعلق ہم امام طحاوی کا ارشاد نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں

قال ابو جعفر وكل هذه الاحاديث من علامات النبوة وقد حكى علي ابن
عبدالرحمن بن المغيرة عن احمد بن صالح انه كان يقول لا ينبغي
لمن كان سبيله العلم التخلف عن حفظ حديث اسماء الذي روى لنا
عنه لانه من اجل علامات النبوة۔

(مشکل الاثار للامام ابی جعفر الطحاوی ج ۲ ص ۱۱۔ مطبوعہ
دارصادر۔ بیروت)

ترجمہ:- ابو جعفر کہتے ہیں کہ یہ تمام احادیث علامات نبوت سے ہیں اور علی بن عبدالرحمن بن
مغیرہ، احمد بن صالح سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس آدمی کو علم سے کچھ
بھی مس ہے اس کیلئے اس حدیث سے اعراض قطعاً مناسب نہیں ہے اس لئے کہ یہ حدیث
نبوت کی بہت بڑی علامت ہے۔

عقیدہ نمبر ۶: رسول کو غیب کی کیا خبر

امام الوحابیہ نے مشکوٰۃ شریف باب الاسامیٰ کی جس ضعیف حدیث پر اپنے باطل عقیدہ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" کی بنیاد رکھی۔ اسی حدیث کی توضیح میں یہ باطل عقیدہ بھی پیش کر دیا۔

"یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہو گی یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ رسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔"

(کنوینۃ الایمان ص ۵۵ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

انا لله وانا اليه راجعون

اگر یہ کہا جاتا کہ نبی اکرم ﷺ کا علم نہ تو خدا جیسا ہے نہ ہی خدا جتنا ہے تو درست ہوتا۔ کیونکہ خداوند قدوس کا سارا علم ذاتی ہے اسے ایک ذرہ کا بھی عطائی علم نہیں ہے کیونکہ وہ خود بخود ہر چیز کو جانتا ہے کوئی اسے عطا کرنے والا نہیں ہے۔ جب کہ نبی اکرم ﷺ کا سارا علم عطائی ہے ایک ذرہ کا بھی ذاتی علم نبی اکرم ﷺ کو نہیں ہے۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو ہر چیز کا علم عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے اس کی عطاء اور بخشش کے بغیر آپ ﷺ کو نہ تو کسی ذرہ کا علم حاصل ہے اور نہ ہی قوت و اختیار۔ لیکن یہ کہنا کہ "رسول کو غیب کی کیا خبر"

درحقیقت سرور کائنات ﷺ کی نبوت کا انکار ہے اس لئے کہ جبریل علیہ السلام بھی "غیب" ہیں اور نزول وحی بھی۔

اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ "رسول کو غیب کی کیا خبر" وہ درحقیقت یہ دعویٰ کرتا

ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو نہ تو جبریل کی خبر ہے اور نہ ہی وحی کی۔
مسئلہ علم غیب پر تفصیلی بحث تو ہم انشاء اللہ العزیز باب العقائد یعنی باب نمبر ۴ میں
کریں گے مردست مندرجہ ذیل آیات کریمہ پر غور فرمائیے۔

۱۔ وما هو علی الغیب بضنین۔

(پ ۲۰ التوکیہ ۲۲)

ترجمہ:- اور وہ علم غیب پر بخیل نہیں۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۷۰۹)

غیر مقلدوں کے ایک عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں

(وما هو) ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم (علی الغیب) یعنی خبر

السماء وما اطلع علیہ مما کان غائبا علمہ عن اهل مكة۔

(تفسیر فتح القدير ج ۵ ص ۲۹۲)

ترجمہ:- یعنی محمد کریم ﷺ غیب پر یعنی آسمانی خبروں پر اور جو چیزیں کہ والوں کے علم

سے غائب تھیں اور آپ ﷺ کو ان پر مطلع کیا گیا (بخیل نہیں ہیں)

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں "یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیب کی خبر دیتا ہے۔"

(تفسیر عثمانی ص ۷۶۳)

۲۔ ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولكن اللہ یحبی من رسوله من
یشاء۔

(پ ۲ آل عمران ۱۷۹)

ترجمہ:- اور اللہ کو منظور نہیں کہ تمہیں غیب کی خبر بتلا دے ہاں خدا اپنے رسولوں کو اطلاع

کیلئے چن لیتا ہے۔ (ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۸۷)

اسی کی تشریح میں امر تسری صاحب لکھتے ہیں

اللہ کو منظور نہیں کہ تمہیں غیب کی خبر بتلا دے کہ فلاں شخص تم میں منافق ہے اور فلاں شخص ضعیف الایمان ہے حال خدا اپنے رسولوں کو اس اطلاع کیلئے چن لیا کرتا ہے سو ان کو بتلا دیتا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے فلاں تمہارا دشمن ہے۔

(تفسیر ثنائی ص ۸۷)

۳۔ عالم الغیب فلا ینظر علی غیبہ احداً۔ الا من ارتضیٰ، من رسول۔

(پ ۲۹ الجن ۲۵-۲۶)

ترجمہ:- وہ عالم الغیب ہے وہ خدا اپنے علم غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر انبیائے کرام میں سے جس رسول کو پسند کرتا ہے اطلاع دیتا ہے۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۶۹۲)

عقیدہ نمبر ۸:- امام الوہاب یہ مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں

"سواب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں مستصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے۔"

(تفویہ الایمان ص ۳۳۳۔ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

قرآن و سنت کی صریح نصوص سے متصادم نظریہ آپ نے امام الوہاب یہ کے قلم سے

ملاحظہ فرمایا۔ اسی لئے نجدی ٹولہ جگہ جگہ توحید کے نام پر یہی تقریر سنارہا ہے کہ اللہ کی عطا سے

بھی نہ تو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اللہ کے علاوہ کسی میں تصرف ماننا شرک ہے۔

انبیاء و اولیاء کے اختیارات اور ان سے استمداد انشاء اللہ العزیز تفصیلاً تو ہم باب نمبر ۴ میں بیان کریں گے سر دست چند ابتدائی باتیں ذہن نشین فرمائیں۔

اگر لام الوہابیہ یہ کہتا کہ اللہ کی عطاء اور بخشش کے بغیر نہ تو کوئی چیز نفع دے سکتی ہے اور نہ ہی نقصان۔ اور نہ ہی اس کے اذن کے بغیر کوئی تصرف کر سکتا ہے۔

تو یہ بات درست اور حق ہوتی۔ لیکن علی الاطلاق یہ کہنا کہ "اگر کوئی کسی مخلوق کو عالم میں متصرف ثابت کرے گو اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے تب بھی مشرک ہو جاتا ہے۔" بالکل غلط اور کتاب و سنت سے متصادم ہے۔ ملاحظہ ہو۔

نمبر ۱:- حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب جیل میں اپنے دو ساتھیوں کو ان کے خواب کی تعبیر بتائی کہ ان میں سے ایک بری ہو جائے گا اور دوسرا پھانسی پا جائے گا تو انہوں نے کہا جناب ہمیں تو کوئی خواب آیا ہی نہیں۔ یہ خواب تو ہم نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

قضى الامر الذى فيه تستفتيان۔

(پ ۱۲ یوسف ۲۱)

ترجمہ:- جس کام کی تم تحقیق چاہتے تھے اس کا فیصلہ کر دیا گیا۔

اس کی تفسیر میں غیر مقلد عالم سید احمد حسن محدث دہلوی لکھتے ہیں

"مصنف ابن ابی شیبہ، تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں عبد اللہ بن مسعود کا

قول ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جب نان بائی کے سولی چڑھائے جانے کی تعبیر بیان کی

تو ساتھی اور نان بائی دونوں اپنے خوابوں کے منکر ہو گئے اسی کا جواب یوسف علیہ السلام نے

یہ دیا قضی الامر الہی فیہ لتفتیان جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خواب تم دونوں نے بیان کر کے ان کی تعبیر پوچھی تھی اب جب ان کی تعبیر بیان کی جا چکی تو اس کے موافق ظہور ضرور ہوگا۔ اب خواب کے اٹکار کرنے سے وہ تعبیر ٹل نہیں سکتی۔"

(احسن التفسیر ج ۳ ص ۱۶۶)

معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ کی عطا ہے یہ تصرف حاصل تھا کہ لوط اور ان کی زبان سے خواب کی تعبیر نکلی لوط اور وہ اللہ کی تقدیر ہی گئی۔
 نمبر ۴:- حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو آپ کے بچے سامری نے سونے کا بچھڑا بنا کر قوم کے سامنے بطور معبود پیش کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے واپس آ کر سامری کو یہ سزا سنائی۔

فانھب فان لك في الحيوة ان تقول لامساس۔

(پ ۱۶ ط ۹۷)

ترجمہ: تو چلا جا۔ بے شک تیری یہی سزا ہے کہ تو پوری زندگی یہی کہتا رہے گا کہ (مجھے) ہاتھ نہ لگانا۔

اسی کی تعبیر میں مشہور معاند مولوی غلام اللہ خاں لکھتا ہے
 "سامری کو دنیا میں اپنے کیلئے کی یہ سزا ملی کہ جب بھی کوئی شخص اس کے قریب جاتا تو دونوں کو تپ چڑھ جاتا اس لئے وہ لوگوں سے کہتا کہ مجھ سے دور رہو۔"

(جواہر القرآن ج ۲ ص ۷۰۴)

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ روح المعانی ج ۱۶ ص ۲۵۵

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند قدوس کے اذن اور عطا سے کائنات

میں اتنا تصرف ضرور حاصل تھا کہ ادھر ان کے منہ سے لفظ لاساس نکلا اور سامری مذاب میں مبتلا ہو گیا۔

نمبر ۳:- حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا

فسخرنا له الريح تجري بامره رخاء حيث اصابه والشيطان كل بناء
وغواص- واخرين مقرنين في الاصفاد- هذا عطاؤنا فامنن او امسك
بغير حساب وان له عندنا لزلزلي وحسن مابد
(پ ۲۲- ص ۲۶ تا ۲۰)

ترجمہ:- پس ہم نے ہوا کو اس کا تابع کر دیا۔ جہاں پر وہ جانا چاہتا اس کے حکم سے ہوا آسانی کے ساتھ چلتی اور جتنے جن معمار اور غوطہ زن تھے ہم نے اس کے تابع کر دیئے۔ اور کئی ایک کو قابو کر رکھا تھا جو قیدوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری دین ہے پس تو بے حساب احسان کر دیا روک رکھ۔ اس کا ہمارے پاس بڑا مرتبہ تھا اور اچھی شان۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۵۳۵ و ص ۵۳۶)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر تصرف عطا فرمایا تھا اور ہوا ان کے حکم سے چلتی تھی۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ پر طبعی پھر مولوی اسماعیل دہلوی کا فتویٰ شرک پر طبعی تو آپ کا بال بال گواہی دے گا کہ وحایت کی بنیاد محبوبان خدا کی تقیص و توہین پر قائم ہے۔ جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کے قلم سے حق تعالیٰ نے جو سچ بات لکھوادی ہے پر طبعی اور اہل سنت کی حقانیت کی داد دیجئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

تاہم اگر ہوا پر حضرت سلیمان کو حکم چلانے کا بھی کوئی اقتدار دیا گیا ہو جیسا کہ تبری

بامرہ (اس کے حکم سے چلتی تھی) کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہوتا ہے تو یہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ وہ اپنی مملکت کا آپ مالک ہے اپنے جس بندے کو جو اختیارات چاہے دے سکتا ہے۔ جب وہ خود کسی کو کوئی اختیار دے تو ہمارا دل دکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔

(تفسیر القرآن ج ۳ ص ۱۷۷)

۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے بلقیس کے تحت لانے کا مطالبہ کیا تو قال الذی عنده علم من الكتاب انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک۔ فلما راه مستقراً عنده قال هذا من فضل ربی۔

(پ ۱۹ النحل ۲۰)

ترجمہ:- ایک شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے میں اس کو حضور کے سامنے لاسکتا ہوں۔ پس جب اس نے اپنے سامنے اس کو موجود دیکھا تو کہا یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۴۵۴)

اسی کی توضیح میں ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

ایک شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا یعنی وہ کتابی تعلیمات کا عالم تھا جس کی وجہ سے اس کو ایسے امور پر قدرت تھی وہ بولا کہ حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے میں اس تحت کو حضور کے سامنے لاسکتا ہوں یعنی بہت جلد۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو اس کام پر مامور فرمایا پس جب سلیمان علیہ السلام نے اپنے سامنے اس کو موجود دیکھا تو کہا یہ میرے پروردگار کا فضل ہے کہ ایسے لائق آدمی میرے ماتحت ہیں۔

(تفسیر ثنائی ص ۴۵۴)

وحابی ٹولہ کو مولوی ثناء اللہ امرتسری کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کرنا چاہیے کہ اگر کتابی تعلیمات کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت کواتنے بڑے تخت کے لانے پر قدرت تھی تو خود صاحب کتاب نبی کو اللہ تعالیٰ کتنی قدر تیں اور کتنے تصرفات عطا فرمائے ہوں گے۔

۵۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے اذن سے اندھوں کو بینا کرنے کوڑھیوں کو شفا یاب کرنے، مٹی کے پرندوں کو پھونک مار کر سچ مچ کا پرندہ بنا دینے اور مردوں کو زندہ کر دینے کا تصرف حاصل تھا۔ قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے اس تصرف کے متعلق خود اپنا اعلان ملاحظہ ہو۔

انی اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيراً باذن الله
وابرى الاكمه والابرص واحى الموتى باذن الله۔

(پارہ نمبر ۳۔ آل عمران آیت نمبر ۴۹)

ترجمہ:- میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی مانند صورت بنا دیتا ہوں۔ پھر اس میں دم کر دیتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور مبروص کو اچھا کر دیتا ہوں۔ میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔
۶۔ خداوند قدوس نے کچھ حضرات کے متعلق قسم یوں بیان فرمائی۔

فالمذبرات امراً۔

(پ ۳۰ النازعات ۵)

ترجمہ:- پھر ہر کام کا انتظام کرنے والوں کی قسم ہر کام کا انتظام اور تدبیر کرنے والے کون ہیں جن کی قسم رب العزت بیان فرماتا ہے۔ ان کے متعلق قاضی شوکانی غیر مقلد تحریر کرتے

قال القشیری۔ اجمعوا علی ان المرادہنا الملائکۃ۔ وقال الماوردی۔
فیه قولان احدہما الملائکۃ وهو قول الجمهور۔ والثانی الکواکب
السبع۔

(تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۲۷۲)

قشیری کہتے ہیں کہ اس بات پر مفسرین کا اجماع ہے کہ "مدبرات امر" سے مراد فرشتے ہیں
ماوردی کہتے ہیں کہ اس میں دو قول ہیں۔ (۱) ان سے مراد ملائکہ ہے۔ (۲) ان سے مراد سات
ستارے ہیں۔

لام رازی، علامہ آلوسی، لام غزالی، قاضی بیضاوی، علامہ اسماعیل حنفی، شاہ عبدالحق
محدث دہلوی وغیر ہم کے نزدیک مدبرات امر سے مراد "اولیاء کرام کی روہیں" ہیں۔ (منفصل
بحث باب نمبر ۴ میں مذکور ہوگی) بہر حال مدبرات امر سے مراد ملائکہ ہوں یا کواکب سبع یا
ارواح اولیاء ہیں تو یہ سب مخلوق۔ ان کائنات میں تصرف باذنہ تعالیٰ ثابت ہو رہا ہے۔



زیر نگرانی
 صاحب
 محترم
 حضرت مولانا
 علامہ مصطفیٰ
 صاحب
 مدرسہ
 اعلیٰ



اسلامی علوم کا میٹری
 ادارہ

فیصل آباد

کارنامہ اسلامیات

تمام
 ادارہ

تعمیر
 سال
 کا آغاز

۳۳ مئی ۱۹۹۳ء
 سے ہوگا

جامعہ
 اعجاز

خصوصیاً

شرعیات میں
 حفظ مع التجویب

پرائمری پاس طلباء کو درس نظامی کیساتھ ساتھ
 میٹرک ایف ایف بی ای
 ایم ای فاضلہ عربیہ
 تنظیم المدارس کے امتحانات کی تیاری
 اور امتحانات کی تیاری
 طلباء کی اخلاقی تربیت جامعہ کا بنیادی اصول ہے

فیصل آباد بورڈ کے میٹرک کے امتحانات منعقدہ سن ۱۹۹۳ء میں جامعہ کے طالب علم حافظ
 محمد عتیق الرحمان نے ۶۲ نمبر حاصل کر کے پورے بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی جب کہ حافظ
 محمد انعام اللہ نے ۶۸ نمبر حاصل کر کے نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ مونسوف نے انگریزی میں ۱۲۱ نمبر حاصل کیے

منجانب: ناظم اعلیٰ جامعہ امینینہ رضویہ شیخ کالونی بینک روڈ فیصل آباد

یہ دفتر کابٹ جہان آباد میں ہے

عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ



9

فہائے بیت پر بیوٹ

محمد سعید احمد اسعد

ناشر۔ پاکِ ستان سنی اکیڈمی
پاکستان

مرکزی دفتر۔ جامعہ امینئہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد۔ فون
۴۱۱۴۹۴